فون نمبر 692

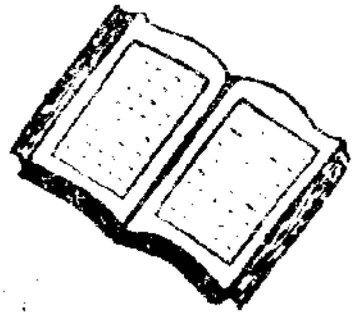

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

مئی ۱۹۷۲ء

الفرقان

"مذاہبِ عالم پر نظر"

سالانہ اشتراک

پاکستان — سات روپے
بیرونی ممالک بحری ڈاک — ۱ پونڈ
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — ۲ پونڈ
ایک نسخہ کی قیمت : ستر پیسے

مدیر مسئول
ابوالعطاء جالندھری

ربوہ کی مساجد

ربوہ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی اشاعت کے لئے بطور مرکز آباد ہؤا ہے۔ اس کے محلہ جات میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے متعدد مساجد تعمیر ہو چکی ہیں ان میں سے بارہ مسجدوں کے فوٹو درج ذیل ہیں۔

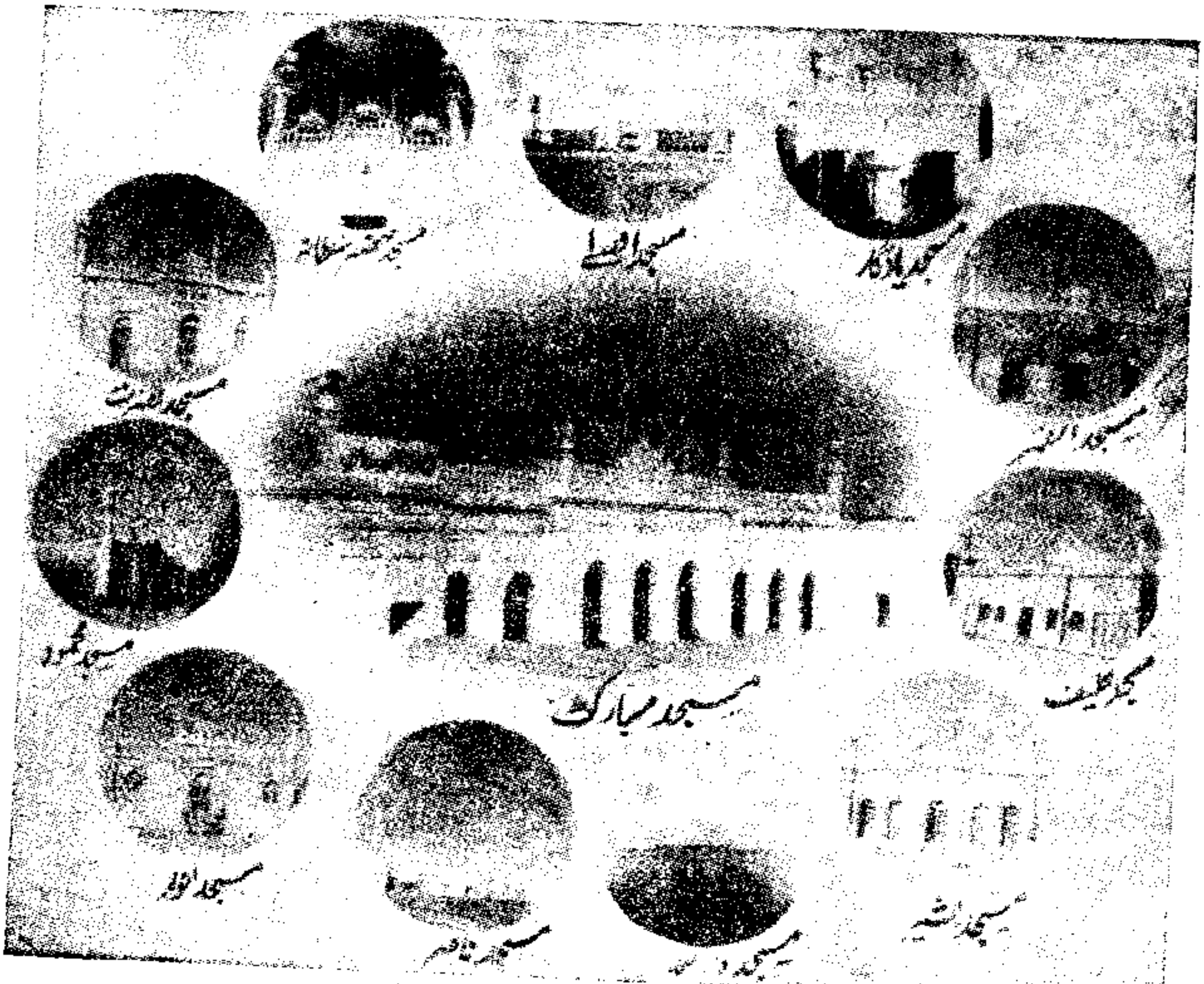

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۲۲ | ماہنامہ **الفرقان** ربوہ | ربیع الثانی ۱۳۹۲ ہجری قمری
شمارہ ۵ | مئی ۱۹۷۲ء | ہجرت ۱۳۵۱ ہجری شمسی

تبلیغی و تعلیمی مجلہ

ماہنامہ

الفرقان

مئی ۱۹۷۲ء

مدیر مسئول

ابوالعطاء جالندھری

پنجسالہ معاونین خاص

پاکستانی خریدار چالیس روپے یکمشت بھیج کر معاونین خاص میں شمولیت فرمائیں۔ پانچ سال تک رسالہ بھی ملے گا اور دعا کے لئے تحریک ہوگی۔ بیرونی ممالک کے احباب پانچ سال کا چندہ بھجوا کر معاونِ خاص بن سکتے ہیں۔ (مینجر)

سالانہ اشتراک

پاکستان	سات روپے
بیرونی ممالک ۔ بحری ڈاک	ایک پاؤنڈ
" " ہوائی ڈاک	دو پاؤنڈ

قیمت فی رسالہ : ستر پیسے

ترسیلِ زر بنام مینجر الفرقان ربوہ ہو

ترتیب

• اسلامی مملکت کے آئین میں عام مسلمان کی تعریف — ایڈیٹر — ص ۲
• "عجب نوریست درجانِ محمدؐ" (نعتیہ تضمین) — جناب چودھری شبیر احمد صاحب بی۔اے — ص ۷
• نغمۂ خوش آہنگ (نظم) — جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر — ص ۸
• البیان (سورۃ الانعام ع کا سلیس ترجمہ اور مختصر تفسیری نوٹ) — ابوالعطاء — ص ۹
• حضرت امام مہدی علیہ السلام کے مجاہدانہ کارنامے — جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد — ص ۱۳
• لیبیا کی آزادی کے لئے پاکستان کی مساعی — حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب — ص ۱۷
• سُنّتِ نبویؐ کی پیروی اور صوفیاء کرام (ماخوذ) — ص ۲۴
• چودھویں صدی اور ظہور مہدی و مسیح — جناب قریشی اسماعیل صاحب الکاشمیری — ص ۲۵
• قصیدہ مدحیہ برمراجعت — جناب چودھری علی محمد صاحب سرور — ص ۳۱
• واقعہ صلیب کی حقیقت — جناب مولوی عبدالکریم صاحب شرما — ص ۳۳
• احمدی کون ہیں؟ (نظم) — جناب مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری ایم اے — ص ۳۵
• خلافت درحقیقت اک نظامِ آسمانی ہے (نظم) — جناب عاجز صاحب عظیم آبادی — ص ۴۰
• تازہ اقتباسات (ماخوذ) — ص ۴۲
• اصولِ وفا (نظم) — جناب مولانا نسیم سیفی صاحب — ص ۴۳
• شذرات — ایڈیٹر — ص ۴۴

نوٹ:۔ ٹائٹل اشاعت مساجد ربوہ کا فوٹو میموریل فوٹو سروس ربوہ کا تیار کردہ ہے۔ شکریہ۔

ادارِیہ

اسلامی مملکت کے آئین میں عام مسلمان کی تعریف

عند اللہ حقیقی مسلمان کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا!

محمد ظفر اللہ خان "مسلمان ہیں" —— (ارشاد قائد اعظم مرحوم)

——(۱)——

خیر القرون کے بعد علماءِ سُوء نے اُمّتِ مُسلمہ میں شدید تفرقہ پیدا کر دیا اور اپنے خود ساختہ خیالات و اجتہادات کی بناء پر بغیر اذنِ الٰہی مختلف گروہ قائم کر دیئے۔ اس اختلاف میں اتنی شدّت اختیار کی گئی کہ ہر گروہ دوسرے گروہوں کو کافر و مرتد کہنے لگا اور ہر گروہ کے مولویوں نے کسی شخص کے مسلمان قرار پانے کے لئے ایسے شرائط ایجاد کئے کہ سوائے ان کے ہمخیال پیروؤں کے کوئی مسلمان نہ ٹھہر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ علماء مسلمان کی ایک تعریف پر متفق نہیں ہو سکے کیونکہ انہیں یہ ہرگز گوارا نہ تھا کہ ایسی تعریف کو درست مان لیں جس سے دوسرے گروہ بھی مسلمان قرار پائیں۔

فسادات پنجاب کے سلسلہ میں جو تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء میں قائم ہوئی تھی اس کے ججوں نے متعدد علماء سے عدالت میں مسلمان کی تعریف دریافت کی۔ ہر ایک نے الگ الگ جواب دیا۔ ان تمام جوابات کو علماء کے لفظوں میں درج کرنے کے بعد معزز جج صاحبان نے لکھا کہ:-

"ان متعدد تعریفوں کو جو علماء نے پیش کی ہیں پیشِ نظر رکھ کر کیا ہماری طرف سے کسی تبصرے کی ضرورت ہے؟ بجز اس کے کہ دین کے کوئی دو عالم بھی اس بنیادی امر پر متفق نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنی طرف سے مسلم کی کوئی تعریف کر دیں جیسے ہر عالمِ دین نے کی ہے اور وہ تعریف ان تعریفوں سے مختلف ہو جو دوسروں نے پیش کی ہیں تو ہم کو متفقہ طور پر دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا اور اگر ہم علماء میں سے کسی ایک کی تعریف کو اختیار کر لیں تو ہم اس عالمِ دین کے نزدیک تو مسلمان رہیں گے لیکن دوسرے تمام علماءِ دین کی تعریف کی رُو سے کافر ہو جائیں گے۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت صـ۲۳۵)

اصل بات یہی ہے کہ ان علماء نے اپنی خواہشات کی

پیروی کو اپنا وطیرہ بنا لیا ہے اور قرآن اور سنت نبویہ صحیحہ کو نظر انداز کر رکھا ہے ورنہ مسلمان کی تعریف ایسی بات نہ تھی جس کے لئے اس قدر اختلاف اور شقاق پیدا ہوتا۔ قرآن مجید کتاب مبین ہے اس نے ہر امر کو کھول کر بیان کر دیا ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی زندگی میں بہترین تفسیر بیان فرما دی ہے مگر علماء کی انانیت اپنے فرسودہ خیالات کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔

(۲)

پاکستان کی منتخب قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس ۱۹۷۲ء میں ایک خاص طبقہ کی طرف سے سوال اٹھایا گیا کہ عبوری آئین میں مسلمان کی تعریف کیوں نہیں کی گئی؟ اس پر وزیر نشریات واطلاعات مولانا کوثر نیازی کو جواب دینا پڑا کہ :-

"اس مسئلہ پر علماء کے درمیان شدید اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۵۶ء کے آئین میں بھی جس کے دن ات گن گائے جاتے ہیں مسلمان کی کوئی تعریف پیش نہیں کی گئی تھی۔ مولانا نے بتایا کہ اسلام ایک مذہب ہے اور اسے مختلف فرقوں میں تقسیم نہیں کیا جانا چاہیئے۔ علماء سُو وہ لوگ ہیں جو اسلام میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں۔ انہوں نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ علماء نے خود کو مختلف گروہوں میں بانٹ لیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ مسلمان کی تعریف پر بھی متفق نہیں ہو سکتے اور مختلف گروہوں کی طرف سے اسلامی نظریات و اصطلاحات کی مختلف تشریحات کی جاتی ہیں۔ انہوں نے علماء کو چیلنج کیا وہ مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف پیش کریں جسے حکومت فوراً تسلیم کرلے گی۔" (روزنامہ امروز لاہور ۱۶ر اپریل ۱۹۷۲ء)

مدیر چٹان جناب شورش کاشمیری نے "مسلمان کی تعریف" کے زیر عنوان اپنے نوٹ میں لکھا ہے کہ وزیر اطلاعات نے فرمایا کہ :-

"(۱) علماء کی کوئی سی کمیٹی مسلمان کی تعریف پیش کرنے کے لئے مقرر کی جائے تو وہ کبھی متفقہ تعریف پیش نہیں کر سکے گی۔

(۲) میں علماء کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں تعزیرات پاکستان پر نظر ثانی کر کے قوانین کا مسودہ پیش کریں تو حکومت اسے منظور کر لیگی ....

... محولہ بالا دونوں سوال جو وزیر اطلاعات نے اٹھائے ہیں علماء و مشائخ کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خواجہ قمر الدین سیالوی بھی سیاست میں تشریف فرما ہیں۔ مولانا مفتی محمود تو قومی اسمبلی کے اکابر میں سے ہیں۔ اوّل تو ان کا فرض تھا کہ اس کا جواب کھڑے کھڑے وہیں دیتے لیکن اب عند اللہ و عند الناس اس کی جواب دہی ان کا فرض ہو گیا ہے۔

اگر وہ مسلمان کی تعریف نہ کر سکے تو بہت سے لوگ سوچیں گے ہم مسلمان بھی ہیں یا نہیں۔" (چٹان لاہور ۲۴ اپریل ۱۹۷۲ء)

فاضل مدیر ہفت روزہ الاعتصام لاہور نے پہلے لکھا ہے کہ:-

"جناب کوثر صاحب نے فرمایا کہ" اگر مولوی مسلمان کی متفقہ تعریف مرتب کر لیں تو میں اسے آئین میں شامل کر لوں گا۔ (نوائے وقت ۱۶ اپریل ۱۹۷۲ء)"

فاضل مدیر الاعتصام اس اقتباس کو درج کر کے تحریر فرماتے ہیں:-

"اگر بڑے بڑے مسائل کا اختلاف کے باوجود حل نکالا جا سکتا ہے اور ان کی کوئی نہ کوئی صورت متعین کر کے انہیں آئینی شکل دی جا سکتی ہے تو کیا مسلمان کی تعریف افہام و تفہیم اور معقول بحث و حجت کے بعد متعین نہیں کی جا سکتی؟" (الاعتصام ۲۱ اپریل ۱۹۷۲ء)

(۳)

جواباً گزارش ہے کہ "مسلمان کی تعریف افہام و تفہیم اور معقول بحث و حجت" کے ذریعہ متعین تو کی جا سکتی ہے بلکہ صحیح الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ اسے قرآن و سنت سے لیکر ملکی آئین کا حصہ بنایا جا سکتا ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ علماء صاحبان کی تفرقہ اندازی اور بعض تھوڑی تعداد والے مسلمان فرقوں سے بے جا عناد و پرخاش کا کیا علاج ہے؟ اگر علماء اپنی بَغْيًا بَيْنَهُمْ کی روش کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں تو قرآن و سنت سے تعریف پیش کرنے میں کوئی الجھن نہیں ہے۔ اندریں صورت اس بارے میں "افہام و تفہیم اور معقول بحث و حجت" سے فوراً فیصلہ ہو سکتا ہے ورنہ جناب قمر انبالوی نے صاف کہہ دیا ہے کہ ؎

سہل ہے معنیٔ قرآں میں تحریف کی بات
اُس سے بھی سہل ہے تالیف کی تصنیف کی بات
مشکل اُس وقت مگر آتی ہے سب کو درپیش
جب بھی ہوتی ہے مسلمان کی تعریف کی بات

(نوائے وقت لاہور ۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء)

غور کیا جائے کہ وہ "مشکل" کیا ہے جس کی وجہ سے ابھی تک علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں ہو سکے؟ آخر دل کی بات زبان پر آ جاتی ہے آئین پر بحث کے ضمن میں ایک رکن نے کہہ دیا کہ:-

"صدرِ مملکت کے لئے مسلمان ہونے کی لازمی شرط حذف کر دی جائے اسلئے کہ مسلمان کی تعریف پر اب تک اتفاق رائے نہیں ہو سکا۔ اور ایک اور رکن نے یہاں تک فرما دیا کہ مسلمان کی تعریف خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو کمیونسٹوں اور احمدیوں کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔" (نوائے وقت ۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء)

پس اصل "مشکل" مسلمان کی تعریف کرنا نہیں۔ یہ تو صاف بات ہے سب مسلمان اس متفقہ تعریف کو مانتے آئے ہیں جو فقہ اور قانون کی کتابوں میں درج ہے یعنی یہ کہ:-

"ہر وہ شخص جو اس بات کو تسلیم کرتا ہے
کہ اوّل خدا واحد لاشریک ہے اور دوم
محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نبی ہیں مسلمان
کہلائے گا۔"

لیکن موجودہ مولویوں کے لئے مشکل یہ ہے کہ احمدی مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں ان پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے لیکن مولوی لوگ انہیں مسلمان ماننا نہیں چاہتے۔ اسلئے وہ حیران ہیں کہ قرون اولیٰ کی متفقہ تعریف کو پاکستان کے آئین کا حصہ بناتے ہیں تو احمدی بھی مسلمان قرار پاتے ہیں۔ اور اگر اس متفقہ تعریف کو چھوڑتے ہیں تو وہ بیشمار فرقوں میں بٹے ہوئے ہونے کے باعث کوئی متفقہ تعریف پیش نہیں کر سکتے اور محترم وزیر نشریات کا چیلنج لاجواب رہ جاتا ہے۔

(۴)

ہم الفرقان کی اشاعت اپریل ۱۹۷۲ء میں اپنے افتتاحیہ "اسلامی حکومت اور مسلمان کی تعریف" میں اپنا مستند مشورہ پیش کر چکے ہیں جس کی تائید میں حضرت امام راغب اصفہانی، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، حضرت امام غزالی اور رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب جوہر کے جامع اقتباسات بھی شائع کر چکے ہیں۔ ہم نے لکھا ہے کہ حکومت کی حد تک یہ حقیقت ہے کہ :-

"اسلام کی مشترک اساس کلمہ طیبہ
لا الٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا ہے احکام کی ظاہری اطاعت اس کا نتیجہ ہے لہٰذا اسلامی حکومت کے آئین میں مسلمان کی یہی تعریف ہوگی کہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور کلمہ طیبہ لا الٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے۔" (الفرقان اپریل ۱۹۷۲ء صفحہ ۴)

باقی رہا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیقی طور پر کون مسلمان ہے؟ یہ فیصلہ نہ حکومتوں کا کام ہے اور نہ کسی انسانی عدالت کو اس بارے میں قطعی بات کرنے کا حق ہے۔ چنانچہ ڈیرہ غازیخان کے درجہ اول کے فاضل سول جج جناب میر محمد افضل صاحب نے مقدمہ ۴۹/۱ میں مورخہ ۲ر مارچ ۱۹۷۲ء کو فیصلہ کرتے ہوئے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے مطالبہ کے سلسلہ میں پیرا ۱۹ میں تحریر فرمایا ہے :-

" فریقین کے فاضل وکلاء کے طویل زبانی اور تحریری دلائل پر پوری طرح غور و فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ فریقین کے مذہبی عقائد پر عدالتی محاکمہ نہ تو از روئے قانون درست ہے اور نہ ہی قرین مصلحت۔ مختلف فرقے اپنے آپ کو ہمارے مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کے مابین زیر بحث قسم کے داخلی مباحث کے متعلق اگر سول عدالتیں اپنے اخذ کردہ نتائج کو ریکارڈ کرنے میں خود کو آزاد سمجھنے لگیں تو میری حتمی رائے یہ ہے کہ سول عدالتوں کا یہ طرز عمل اسی نوعیت کے لاتعداد مقدمات

کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا اور ان مقدمات کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے عظیم ترین اور اعلیٰ ترین مذہب اسلام کے اندر مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے مابین نفرت انگیز فروعی جھگڑے اُٹھانا شروع کر دیں گے۔ حالانکہ اسلام ایسے عمل یا معنی خیز حرکات سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہے جن سے اسلام کے ماننے والوں کے درمیان مناقشت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہو۔ میں کسی فرقہ کے خالصۃً مذہبی عقائد کے بارہ میں چھان بین اور جانچ پڑتال کرنے اور اس بحث کے متعلق کہ آیا کوئی مسلمان کہلانے والا فی الحقیقت مسلمان ہے فیصلہ صادر کرنے کا نہ مذہبی اور نہ قانونی جواز موجود ہے۔ میرے نزدیک زیرِ بحث معاملہ کا حقیقی عدالت کے دن یعنی بروزِ قیامت ہی فیصلہ صادر ہوگا۔ لہٰذا میں پورے عجز کے ساتھ اِس معاملہ کی مزید جستجو اور تعاقب سے دستبردار ہونے کو ترجیح دوں گا۔

تاہم یہ امر بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ تحریری بیان کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدعا علیہ کے فاضل وکیل نے جس نکتہ پر پورے جوش و خروش سے بحث کی ہے اسے تحریری بیان میں سرے سے اُٹھایا ہی نہیں گیا۔ لہٰذا میرے نزدیک یہ خیال ہے ہی بعد کی پیداوار"[1]

(۵)

امام راغب اصفہانی نے اپنی مشہور کتاب المفردات میں حقیقی اور کامل مسلم کی تعریف کیلئے آیاتِ کریمہ (۱) إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۲) إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ (۳) تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا سے استدلال فرمایا ہے اور عام مسلمان کی تعریف کیلئے آیت قَالَتِ الْأَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا أَسْلَمْنَا سے استدلال فرمایا یعنی اسلام کا اقرار کرکے کلمۂ شہادت پڑھنے والا مسلمان قرار دیا جائیگا

یہ آخری تعریف ہی وہ تعریف ہے جسے دنیوی احکام کے لئے آئین کا حصہ بنانا چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی نے بھی لکھا ہے (حجۃ اللہ البالغہ) اوّل الذکر یعنی کسی کے حقیقی مسلمان ہونے کا فیصلہ تو انسانوں کا کام ہی نہیں وہ فیصلہ تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

بالآخر ہم پاکستان کے دانشوروں کو بانیٔ پاکستان حضرت قائدِ اعظم کے اعلان یا قول علماء فتویٰ کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ انہوں نے مسلم لیگ کے لیڈر کی حیثیت میں اعلان فرمایا کہ:۔

"میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے آنریبل سر محمد ظفر اللہ خان صاحب

([illegible] ۱۹۴۶ء)

---

[1] محترم جج صاحب کے فیصلہ کے انگریزی الفاظ ٹائٹل کے آخری صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

عجب نوریست درجانِ محمدؐ (در ثمین فارسی)

نعتیہ تضمین

(محترم جناب چودھری شبیر احمد صاحب بی۔ اے)

عیاں ہر سمت ہے شانِ محمدؐ   جہاں ہے زیرِ احسانِ محمدؐ
سنو نغماتِ سلمانِ محمدؐ   "عجب نوریست در جانِ محمدؐ"
"عجب لعلیست در کانِ محمدؐ"

طلب ہو گر خمارِ جاوداں کی   تڑپ ہو دل میں یارِ لامکاں کی
تجھے حاجت نہیں پیرِ مغاں کی   پکڑ اک بار دامانِ محمدؐ
"بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ"

مسیحا کو بلا مت آسماں سے   اگر تو تنگ ہے دردِ نہاں سے
شفا ناپید ہے سارے جہاں سے   ترا درماں ہے بس خوانِ محمدؐ
"بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ"

لگایا جس نے دل اُس خوبرو سے   تہی دل ہو گیا ہر آرزو سے
اُسے اب کیا جہانِ رنگ و بو سے   دل و جاں اس کا قربانِ محمدؐ
"محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ"

نکاتِ معرفت وہ بیخودی میں   بیاں کرتا ہے رنگِ عاشقی میں
کہا ہے جس نے یوں عشقِ نبی میں   مجھے دیکھو محبّانِ محمدؐ
"کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ"

ارے اے دشمنِ حق و صداقت   اگر تو دل سے ہے بدخواہِ ملّت
خدا دیگا تجھے ذلّت پہ ذلّت   اُسے منظور ہے شانِ محمدؐ
"بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ"

یدِ بیضا کی اب کس کو ہے قدرت   کسے قدرت نمائی کی ہے طاقت
دکھا سکتا نہیں کوئی کرامت   مگر اب زیرِ دامانِ محمدؐ
"بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ"

حسب فرمائش محترمی مخدومی مولانا ابوالعطاء صاحب خاص برائے الفرقان عرض کی گئی۔ شبیر احمد

نغمۂ خوش آہنگ

(جناب چودھری عبد السلام صاحب اختر ایم اے)

اللہ کے مسیح نے قائم کیا وہ رنگ
دنیا کی عقل دیکھ کے جسکو ہوئی ہے دنگ

لاکھوں قلوب عرصۂ ہستی میں بے درنگ
لیکر اُٹھے ہیں دین کی خاطر نئی امنگ

فتح قلوب اہلِ جہاں کا عظیم کام
ہم کر رہے ہیں آج اور بے توپ بے تفنگ

"اے بے خبر! بہ خدمتِ قرآں کمر بہ بند"
شاید کہ وقتِ کوچ کا کچھ رہ گیا ہو تنگ

یہ آرزوئے جاہ و جلال اور اس گھڑی
'میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ'

مال و منال سطوت و توقیر - عزّ و جاہ
یہ دل لگی کے ڈھونگ ہیں بے مرد کے ڈھنگ

آ۔ لے کے خونِ دیدہ و دل حق کی راہ میں
فطرت لہو ترنگ ہے غافل نہ جلترنگ

البَیَانُ

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

سُوْرَۃُ الْاَنْعَامِ مَکِّیَّۃٌ وَّهِيَ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○	مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے انتہا کرم کرنیوالا اور بار بار رحم کرنیوالا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ

سب تعریفیں اُس اللہ کو حاصل ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور تاریکیوں اور

وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ○

نور کو وجود بخشا۔ بایں ہمہ پھر بھی خدا کی شان کا انکار کرنے والے اس کے مثیل قرار دیتے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَ

اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تم کو گیلی مٹی سے پیدا فرمایا پھر اُس نے مدت کا فیصلہ فرمایا۔

تفسیر:۔ سورہ انعام مکی سورت ہے۔ اس کا نزول اُس زمانہ میں ہوا جبکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی مکہ شریف سے ہجرت نہ فرمائی تھی۔ یہ عرصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابتدائی صحابہؓ کے لئے شدید ترین مشکلات کا تھا۔

مضمون

اس سورۃ میں شرک کی زبردست تردید کی گئی ہے۔ کائنات عالم کو پیش کر کے بار بار توحید خالق کے نظریہ کو مدلل طور پر پیش کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے اپنی مشرک قوم سے مکالمات کا تذکرہ ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کے حالات کو پیش کر کے ان کی کامیابی اور فتح کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتوحات کے لئے بطور مثال ذکر کیا گیا ہے۔ انبیاءؑ کے ابتدائی ضعف کے حالات اور ان کی قوموں کے ان سے تمسخر و استہزاء کا ذکر فرما کر ان کے انجام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو دشمنوں کی چیرہ دستیوں پر صبر و استقامت کی تلقین کی گئی

أَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ○ وَهُوَ اللّٰهُ

مقررہ اجل (مدت) اُسی کے قبضہ میں ہے پھر تم شک کرتے اور جھگڑتے ہو۔ وہ اللہ ہی

فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ

آسمانوں اور زمین میں ہر جگہ موجود ہے۔ وہ تمہارے رازوں کو بھی جانتا ہے اور جو باتیں تم بلند آواز سے کرتے ہو انکو بھی جانتا ہے

مَا تَكْسِبُوْنَ ○ وَمَا تَأْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ

اور تمہارے سارے کاموں اور کمائیوں کو جانتا ہے۔ ان لوگوں کے پاس ان کے رب کے نشانوں میں سے کوئی نشان نہیں آتا

إِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ○ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

مگر یہ اس سے منہ پھیرنے والے بن جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس حق و صداقت کو جھٹلا دیا ہے جو اب انکے پاس آئی ہے۔

فَسَوْفَ يَأْتِيْهِمْ أَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○

پس عنقریب ان کے پاس ان امور کی حقیقت اور انجام آجائیں گے جن پر وہ آج استہزاء کر رہے ہیں۔

ہے۔ دلیل و برہان سے تبلیغ کے جاری رکھنے کی ہدایت دی گئی ہے، انجام کار فتح و غلبہ کی بشارت موجود ہے۔

آیات وار خلاصہ

پہلی آیت میں کائناتِ عالم، آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ تعالیٰ کو قرار دیا گیا ہے اور دنیا میں پھیلنے والی سیاہ ظلمتوں اور نور دن کو اسی کے قبضۂ قدرت میں ٹھہرایا ہے۔ فرماتا ہے کہ بایں ہمہ یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ منکر لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے عدیل اور شریک ٹھہراتے اور انکی پوجا کرتے ہیں۔ عَدَلَ بِهٖ فُلَانًا کے معنے ہوتے ہیں کہ اسکو دوسرے کے برابر، ہم صفات اور اس کا شریک ٹھہرایا۔ اس میں شرک کی تردید ہے۔ ان لوگوں کا بھی ردّ ہے جو ظلمت کے لئے علیحدہ خدا اہرمن نامی اور نور کے لئے الگ خدا یزدان نامی ٹھہراتے ہیں گویا عام مشرکوں کے علاوہ اس میں ثنویہ کی بھی تردید ہے

دوسری آیت میں انسان کی تخلیق، اسکی کمزور ابتداء اور پھر بے اختیار انتہاء (موت) کا ذکر فرمایا ہے۔ اس نظام پر غور کرنے کے کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ انسان جو کائنات پر گونہ حکمران ہے وہ بھی ایک بالا ہستی اللہ کے تابع فرمان ہے۔ اس کی پیدائش، زندگی اور موت اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي

کیا ان لوگوں نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ ان سے پہلے کی کتنی ایسی قوموں اور ادوارِ زمانہ کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے جنہیں ہم نے ملک میں ایسی

الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا

طاقت اور تمکنت بخشی تھی جو آج تم کو نہیں دی ہم نے ان پر مسلسل بر وقت بارشیں برسائی تھیں۔

وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ

اور نہروں کو ان کے قبضہ میں جاری رکھا تھا۔ مگر پھر ان کے گناہوں کی پاداش میں انکو ہلاک کر دیا

وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ○ وَلَوْ

اور ان کے بعد اور دوسری قوموں کو پیدا کیا۔ اے رسول! اگر

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ

آج ہم تجھ پر کاغذوں میں لپٹی ہوئی شریعت بھی نازل کر دیتے جسے یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے

تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی ان عظیم قدرتوں کی طرف اشارہ ہے جو آسمان و زمین میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ نیز اس عظیم علم کا تذکرہ ہے جو ذرہ ذرہ پر حاوی ہے۔ وہ اللہ انسانوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے ان کی باواز بلند گفتگو سے بھی آگاہ ہے۔ وہ ان کے سب اعمال اور ان کی ساری نیات سے بھی باخبر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا قادرِ مطلق اور علیمِ کُل خدا ایک ہی ہو سکتا ہے اس کا شریک نہیں ہو سکتا۔

چوتھی اور پانچویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے موجودہ منکرین کے اعراض، ان کی تکذیب اور انکے استہزاء کا ذکر فرمایا ہے۔ آیاتِ الٰہیہ کے ظہور اور حق کے ان لوگوں پر نمایاں ہو جانے کا ذکر کر کے انہیں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو وہ اس کی سزا ضرور بھگتیں گے۔

چھٹی آیت میں منکرینِ اسلام کے سامنے پہلی قوموں کی ترقی اور پھر تکذیب و استہزاء کرنے پر انکی ہلاکت کو بطور مثال اور عبرت بیان فرمایا ہے۔ یہ بھی ذکر کیا گیا کہ پہلے انہیں بڑی طاقت حاصل تھی اور انکے لئے بڑی بڑی سہولتیں میسر تھیں لیکن اپنے ظالمانہ افعال کی وجہ سے وہ تباہ کر دیئے گئے اور ان کی جگہ دوسری قومیں ابھر آئیں۔

لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ وَقَالُوْا

تب بھی کفر کرنے والے لوگ ضرور کہہ دیتے کہ یہ تو صرف کھلا جادو ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا

اس رسول پر بھلا فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ اگر ہم فرشتے اتارتے تو معاملہ کا فیصلہ ہو چکتا اور پھر

يُنْظَرُوْنَ ○ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ

انکو ڈھیل نہ دی جاتی۔ (اللہ فرماتا ہے) اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تب بھی اسے انسانی شکل میں مرد بنا کر بھیجتے اور اس طرح ہم ان لوگوں پر وہ اشتباہ پیدا کر دیتے

مَّا يَلْبِسُوْنَ ○ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

جس میں آج یہ مبتلا شبہات ہوئے ہیں۔ یقیناً تجھ سے پہلے رسولوں سے بھی ٹھٹھا و استہزاء کیا گیا

فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ ع ۱

پھر ان لوگوں کو جو انبیاء سے تمسخر کرتے تھے ان کے استہزاء کے بدلہ میں آنے والے عذاب نے گھیر لیا۔

ساتویں آیت میں مجسم اور محسوس کتاب دیئے جانے کے غیر ضروری ہونے کا ذکر ہے کیونکہ جن لوگوں نے انکار پر کمر باندھ رکھی ہو وہ اسے بھی جادو کہہ کر ٹھکرا دیں گے۔

آٹھویں آیت میں منکرینِ رسول کے اس اعتراض کو ردّ فرمایا ہے کہ اگر یہ سچا رسول ہے تو اس پر ظاہری طور پر فرشتے کیوں نازل نہیں ہوتے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منکرین کے لئے نظر آنیوالے فرشتے تو عذاب کے ہی ہونگے وہ اس کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں ایسی صورت میں تو ان کو کوئی مہلت نہ ملے گی۔

نویں آیت میں فرمایا کہ اگر عذاب کے بغیر انکے لئے فرشتے آئیں تو وہ انسانی شکل میں مشہود و محسوس ہونگے اور اس پر انسانوں کو پھر وہی اعتراض ہوگا اور انکے لئے اشتباہ و التباس قائم رہیگا پس فرشتوں کا انکو نظر آنا کسی اعتبار سے بھی ان کے لئے مفید نہیں۔

دسویں آیت میں پھر توجہ دلائی گئی ہے کہ پہلے رسولوں کے مکذبین اپنے استہزاء کی وجہ سے ہمیشہ ہلاک ہوتے رہے ہیں اسلئے موجودہ سچے رسول کے مکذب بھی اپنے استہزاء کے بعد کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے تو ضرور موردِ قہرِ الٰہی بنیں گے +

قسط ۲

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے مجاہدانہ کارنامے

(محترم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

۵۔ مسلمانوں میں وحدتِ افکار کیلئے جدّ و جہد

حضرت امام مہدی علیہ السلام کو الہاماً حکم ہوا "سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ" (بدر ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲۔ الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱)

جناب مولوی ظفر علی خان صاحب نے "ستارہ صبح" ۸ دسمبر ۱۹۱۶ء میں آپ کے اِس مشن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعتراف کیا:۔

"جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ... کی زندگی کا ایک بڑا مقصد آپ کے متعدد دعاوی کے لحاظ سے جو جیتی تحریریں آ چکے ہیں مسلمانوں میں وحدت قائم کرنا تھا۔"

(بحوالہ مولانا ظفر علی خان کی گرفتاری از خان کابلی صفحہ ۵)

حضرت امام مہدی علیہ السلام نے اِس عالمگیر مشن کی تکمیل کے لئے نہایت وسیع بنیادیں رکھ دیں ہیں چنانچہ آپ نے اختلافاتِ اُمت کو ختم کرنے کیلئے تمام مسلمانوں کو دعوت دی کہ وہ قرآن کو اپنا پیشوا بنائیں (اتمام الحجۃ صفحہ ۱۰) نیز مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کے بارے میں افراط و تفریط سے ہٹ کر حکم عدل کی حیثیت سے ایسا متوازن اور معتدل مسلک متعین فرمایا کہ جس پر چل کر تمام ایسے فرقہ وارانہ اختلافات جو ملّتِ اسلامیہ کی اجتماعی طاقت و قوّت کو صدیوں سے نقصان پہنچا رہے ہیں یک قلم ختم ہو سکتے ہیں۔

ہمارا یقین ہے کہ دنیائے اسلام کے عالمی اتحاد کی پُرشکوہ عمارت کی بنیادی اینٹ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھوں رکھی جا چکی ہے جو اللہ کے فضل و کرم سے جلد یا بدیر پایۂ تکمیل کو پہنچے گی اور بالآخر غلامانِ محمدؐ کے قدم ربِّ جلیل کی بشارت کے مطابق رفعت و شوکت کے بلند مینار پر ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ لاہور کے ایک قدیم اخبار "ملت" نے آج سے باسٹھ برس قبل اعتراف کیا تھا کہ:۔

"ہم جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم و مغفور کے پیرو نہیں ہیں اور مرحوم کے کئی خیالات سے ہم کو اختلاف رہا ہے مگر جس اصول پر انہوں نے اپنے مشن کی بنیاد قائم کی تھی اس سے کسی باخبر اور ذی ہوش مسلمان کو اختلاف نہیں ہو سکتا اس تمام جدّ و جہد اور کوشش کا انتہائی مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں خالص اسلامی سپرٹ از سرِ نو پیدا کر دیا جائے تاکہ ان کی قومیت محفوظ رہے

اور وہ دین و دنیا میں سرخرو اور کامیاب ہوں" (اخبار ملت لاہور بحوالہ الحکم ۲۸ نومبر ۱۹۱۱ء ص ۱۶)

۶- آسمانی بادشاہت کی منادی

بلاشبہ حقیقی آزادی کے اصل علمبردار ہمیشہ خدا کے مامور اور آسمانی مصلح ہی رہے ہیں مگر اُن کا تصورِ آزادی اور اس کے حصول کا طریقِ کار اور پروگرام اور پالیسی اُن کے زمانہ کے دوسرے سیاسی لیڈروں یا مذہبی راہ نماؤں کے تابع نہیں ہوتے بلکہ اس کی نشاندہی براہِ راست ربِّ جلیل کی طرف سے ہوتی ہے اور باقی دنیا کا فرض ہوتا ہے کہ آزادی کی اسی راہ پر گامزن ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچیں۔

بطور مثال حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے حالاتِ زندگی پر نظر ڈالئے۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلفاء اور مجددین میں آپ سے بڑھ کر اُمتِ موسویہ کی آزادی کا پیامبر کون ہوگا؟ بایں ہمہ آپ کے تخیّلِ آزادی اور اس کے طریقِ کار دونوں کے خلاف اُس دور کے کاہنوں، صدوقیوں اور فریسیوں نے عَلَمِ بغاوت بلند کیا۔ یہ لوگ مدت سے اپنے ذہنوں میں ایک ایسے مسیح موعود کا نقشہ جمائے بیٹھے تھے جو انہیں یکایک رومی سلطنت کے تسلّط و اقتدار سے آزاد کرا کے انہیں فی الفور مسندِ حکومت پر بٹھا دے اور اُن کے گھر دنیاوی لعل و جواہر سے بھر دے مگر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے اس کے برعکس حلیمی، رحمدلی، پاک نفسی اور قربانی کی رُوح پھونکنے کی طرف توجہ دی اور مادی اور سیاسی حکومتوں کو اپنا مطمحِ نظر اور نصب العین بنانے کی بجائے آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کی منادی کی۔

تاریکی کے فرزندوں نے اس نظریہ کو تسلیم کرنے کی بجائے نہ صرف اس پیکرِ حریت پر فتوئے کفر لگایا بلکہ اسے رومی حکومت کا باغی ثابت کرنے کیلئے عدالت کے کٹہرے میں بطور مجرم کھڑا کرا دیا اور جھوٹی شہادتیں دلوا کر انہیں پھانسی کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ حضرت مسیحؑ سے ان ظالموں نے ایک بار یہ شرارت آمیز سوال بھی کیا کہ "قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں؟" آپ نے فرمایا "اے ریاکارو! مجھے کیوں آزماتے ہو۔ جزیہ کا سکہ مجھے دکھاؤ"۔ وہ ایک دینار لائے آپ نے اُن سے دریافت کیا "یہ صورت اور نام کس کا ہے؟" وہ بولے "قیصر کا"۔ اس پر آپ نے یہ نہایت لطیف جواب دیا "جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو دو" (متی باب ۲۲ آیت ۱۶-۲۲، مرقس باب ۱۲ آیت ۱۳-۱۷)

عہدِ حاضر کے نامور مؤرخ الاستاذ عباس محمود العقاد اپنی کتاب "حیاۃ المسیح فی التاریخ وکشوف العصر" میں حضرت مسیحؑ کے اس پیغامِ آزادی اور آسمانی بادشاہت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

"حضرت مسیحؑ کے پیش کردہ اس عقیدہ کا اصل جوہر یہ تھا کہ ایسا انسان نامراد اور خائب و خاسر ہے جو اپنے مَن کی دنیا ضائع کر کے پورے عالم پر حکومت کرتا ہے۔ آسمانی بادشاہت مَن کی دنیا میں قائم ہوتی ہے۔ محلات اور

تخت و تاج کا اس سے سروکار نہیں۔ انسان کا حقیقی سرمایہ اس کا ضمیر اور فکر ہے۔ کھانا پینا، لباس، خاندان، عبادت گاہیں اور محرابیں اصل انسانی سرمایہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نمود و نمائش سے بڑھ کر دنیا کی کوئی بیماری نہیں اور حضرت مسیحؑ نے اس سے نجات کا جو نسخہ تجویز کیا تھا اس سے زیادہ مؤثر کوئی نسخہ بھی نہیں۔

قوم قوم کا، گروہ گروہ کا اور فرد فرد کا رشتہ ایک دوسرے سے ٹوٹا ہوا تھا۔ پورا زمانہ آقا و غلام اور حاکم و محکوم میں تقسیم تھا۔ رومی پوری دنیا کا پیدائشی آقا تھا۔ اسرائیل مذہبی برتری کے باعث پوری دنیا کا آقا تھا۔ یونانی، ایشیائی اور مصری ہر ایک مختلف قوموں کا آقا تھا، ہر ایک درندہ صفت تھا۔ آقا نے غلام کو انسانی برادری سے خارج کر رکھا تھا۔ غلام آقا سے اتنی ہی نفرت کرتا تھا جتنی موت سے بلکہ موت اس کے لئے اس غلامانہ زندگی کے مقابلہ میں قابلِ ترجیح تھی جس میں ذلّت، بھوک اور اذیّت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ایک ہی قوم کے افراد مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اور ہر گروہ دوسرے گروہ کا دشمن تھا۔ ایک دوسرے کی آنکھ میں خار کی طرح کھٹکتا تھا۔

ایسے انسانوں میں ایک شخص سراپا مژدہ بن کر آتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ خدا تمام انسانوں کا رب ہے ... محبّت سب سے افضل چیز ہے اور سب سے افضل محبّت یہ ہے کہ دشمنوں سے محبّت کی جائے نیکی یہ ہے کہ سوال کرنے والے کے سوال سے بڑھ کر دو۔ اور بغیر سوال کے دو۔ **آسمانی بادشاہت کا دروازہ مال و دولت سے وا نہیں ہو سکتا۔ جو قیصر کا ہے قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے خدا کو دو۔** جس شرف اور مجد کے بہت سے طالب ہوں وہ اس قابل نہیں کہ اس کے حصول کی جدوجہد کی جائے۔ **اس سرفرازی کے حصول کی جدوجہد کرنی چاہیئے جسے کوئی چھین جھپٹ نہ سکے۔**"

(”حیاتِ مسیح تاریخ اور جدید عصری انکشافات کے آئینہ میں“ صفحہ ۱۵۶-۱۵۷۔ مترجم منہاج الدین اصلاحی، ناشر پاکستان کو اپریٹو پبلشرز لاہور)

حضرت امام مہدی بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام بھی چونکہ حضرت مسیح ابن مریم کے مثیل و نظیر کی حیثیت سے برپا ہوئے تھے اس لئے آپؑ کے پیغامِ آزادی اور دعوتِ انقلاب کا نصب العین بھی خالصۃً آسمانی بادشاہت تھا جیسا کہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عالمِ رؤیا میں دکھایا گیا کہ:-

"مَیں نے دیکھا کہ رات کے وقت مَیں ایک جگہ بیٹھا ہوں اور ایک اور شخص میرے پاس

ہے۔ تب میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے نظر آیا کہ بہت سے ستارے آسمان پر ایک جگہ جمع ہیں تب میں نے ان ستاروں کو دیکھ کر اور انہیں کی طرف اشارہ کرکے کہا **آسمانی بادشاہت**" (بدر ۸ر نومبر ۱۹۰۶ء صہ۳)

حضور انور کے الفاظ میں اس مکاشفہ کی تشریح درج ذیل الفاظ میں ملتی ہے :-

۱۔ " خدا ارادہ فرماتا ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ سچ کو دنیا میں پھیلا دے سو میرا یہ اصول ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کو اپنی بادشاہیاں مبارک ہوں۔ ہمیں ان کی سلطنت اور دولت سے کچھ غرض نہیں ہمارے لئے آسمانی بادشاہی ہے ۔ ہاں نیک نیتی اور سچی خیرخواہی سے بادشاہوں کو آسمانی پیغام سُنانا ضروری ہے ۔"
(تحفہ قیصریہ صہ۱۳ طبع اوّل)

۲۔ "یہ خدا کا فضل ہے کہ اُس نے ہمیں ان گردشوں اور طرح طرح کے حوادث میں جو حکومت کے بعد تحکم کے زمانہ سے لازم حال پڑی ہوئی ہیں برباد کرنا نہیں چاہا بلکہ زمین کی ناچیز حکومتوں اور ریاستوں سے ہمیں نجات دیکر آسمان کی بادشاہت عطا کی۔ یہاں نہ کوئی دشمن چڑھائی کر سکے اور نہ آئے دن اس میں جنگوں اور خونریزیوں کے خطرات ہوں اور نہ حاسدوں اور بخیلوں کو منصوبہ بازی کا موقعہ ملے ۔"
(تحفہ قیصریہ صہ۱۸-۲۰ طبع اوّل)

۳۔ " میری مثال مسیح کی مثال ہے۔ میں اس دنیا کی حکومت اور ریاست کو نہیں چاہتا اور بغاوت کو سخت بدذاتی سمجھتا ہوں۔ ... صلحکاری سے حق کو پھیلانا میرا مقصد ہے اور میں تمام ان باتوں سے بیزار ہوں جو فتنہ کی باتیں ہوں یا جوش دلانے والے منصوبے ہوں ... میرے اندر کھوٹ نہیں اور میرے لبوں پر نفاق نہیں ۔"
(انجام آتھم صہ۹۸)

۴۔ اپنے پُرمعارف شعری کلام میں فرماتے ہیں ؎

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جُدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار
ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
گو بہت دنیا میں گزرے ہیں امیر و تاجدار

۷۔ ایک بین الاقوامی جماعت کا قیام

حضرت امام مہدی علیہ السلام کو بذریعہ خواب جس آسمانی بادشاہت کا نظارہ دکھایا گیا اس کی تعبیر آپؑ نے یہ فرمائی کہ "آسمانی بادشاہت سے مراد ہمارے سلسلہ کے برگزیدہ لوگ ہیں جن کو خدا زمین میں پھیلا دیگا۔" (بدر ۸ر نومبر ۱۹۰۶ء صہ۳) حضرت اقدسؑ کی کشفِ آنکھ

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

لیبیا کی آزادی کے لئے پاکستان کی مساعی

(از قلم حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب)

ذیل کا عظیم اور معلومات افزا مقالہ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے رقم فرمایا ہے۔ لیبیا کے سربراہ کرنل معمر القذافی پاکستان کے دورہ پر آرہے ہیں۔ اس موقعہ پر یہ مضمون پوری توجہ سے پڑھا جائے گا۔ لیبیا پاکستان کا بے لوث مہربان دوست ہے ——— (ایڈیٹر)

دولِ متعلقہ میں سے ایک طرف ریاستہائے متحدہ برطانیہ اور فرانس اور دوسری طرف اٹلی کے درمیان یہ سمجھوتہ ہو چکا تھا کہ اطالوی نوآبادیات میں سے لیبیا کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ شرقی حصے CYRENACIA پر برطانیہ کی نگرانی بطور امین TRUSTEE کے ہوگی۔ وسطی اور مرکزی حصے TRIPOLI کی ٹرسٹی شپ اٹلی کے سپرد ہوگی اور مغربی حصے FEZZAN کی ٹرسٹی شپ فرانس کے سپرد۔ اور یہ تینوں طاقتیں دس سال کے عرصہ میں ان علاقوں کو ایک متحد آزاد ملک کی حیثیت اختیار کرنے کے لئے تیار کریں گی۔ اس سمجھوتے کو برطانیہ کے وزیر خارجہ مسٹر ارنسٹ بیون کو اور اٹلی کے وزیر خارجہ کونٹ سفورزا کے اسمائے گرامی کی نسبت سے بیون سفورزا پیکٹ کا نام دیا گیا تھا۔ جب یہ مسئلہ اسمبلی میں زیر بحث آیا تو اسی سمجھوتے کے مطابق قرارداد اسمبلی میں پیش کی گئی۔

اطالوی معاہدہ امن کی متعلقہ شق میں درج تھا کہ اس مسئلہ کے جنرل اسمبلی میں زیرِ بحث آنے کی صورت میں اسمبلی نوآبادیات کی رائے عامہ کو مناسب وزن دے گی۔ لیبیا کا ایک نمائندہ بسر کردگی السید بشیر سوداوی دورانِ بحث نیویارک میں موجود تھا۔ یہ وفد اراکین اسمبلی کو لیبیا کی رائے عامہ سے مطلع کرنے کی سرگرم کوشش میں مصروف تھا۔ وفد کا کہنا تھا کہ لیبیا کا ہر طبقہ مجوزہ قرارداد کا سخت مخالف ہے انہیں لیبیا کے حصے بخرے کئے جانے منظور نہیں۔ وہ جلد سے جلد اپنے وطن کی آزادی کے خواہش مند ہیں اور کسی صورت اپنے وطن کے معاملات اور مستقبل میں اطالوی مداخلت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مغربی طاقتیں اپنا تمام اثر ورسوخ قرارداد کی تائید میں صرف کر رہی تھیں۔ لاطینی امریکن ریاستیں اگرچہ حق خود اختیاری اور رائے عامہ کی تائید پر زور دیتی تھیں لیکن ان کا کہنا تھا کہ اٹلی ان کی تمدنی اور معاشرتی اقدار کا منبع ہے اسلئے وہ ٹریپولی کی نگرانی

اٹلی کو سپرد کئے جانے کی تائید میں ضرور ووٹ دیں گے۔ اٹلی نے اپنے تیس سالہ اقتدار کے زمانہ میں لیبیا کی عرب آبادی کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک روا رکھا تھا۔ ۱۹۱۲ء کی جنگ میں اٹلی کے لئے ترکی افواج کو لیبیا میں پسپا کر دینا تو کچھ دشوار ثابت نہ ہوا لیکن اس کے بعد ملک کی عرب آبادی کو زیرِ اقتدار لانے میں اٹلی کو بہت مشکل کا سامنا ہوا۔ اٹلی کی طرف سے اس مہم کو سر کرنے کی ذمہ داری مارشل بڈوگلیو پر ڈالی گئی۔ انہوں نے اپنی "قیامِ امن" PACIFICTION کی پالیسی کی سرانجام دہی میں نہایت درجہ وحشت اور بربریت کے طریق اختیار کئے۔ مثلاً ایسے شیوخ یا قائدین جو کسی قیمت پر اطالوی اقتدار کے سامنے سرخم کرنے پر رضامند نہ ہوتے انہیں جبراً ہوائی جہازوں میں کئی ہزار فٹ کی بلندی پر لیجا کر جہاز سے نیچے گرا دیا جاتا یا کوئی ریگستانی آبادی اطالوی اقتدار کا جوا اپنی گردن پر اٹھانے سے انکار کرتی تو مارشل بڈوگلیو کا توپ خانہ آبادی کے گرد گھیرا ڈال دیتا اور آبادی کے پانی کے ذخیروں میں بھاری مقدار میں زہر ڈال دیا جاتا۔ محصور آبادی میں سے جو باہر نکلنے کی کوشش کرتے وہ اطالوی توپ یا بندوق کا نشانہ بنتے اور جو باہر نکلنے کی کوشش نہ کرتے وہ پیاس یا زہر آلود پانی پینے سے تڑپتے ہوئے جان دیتے۔ مارشل بڈوگلیو کے "قیامِ امن" کے منصوبے کی تفاصیل دورانِ بحث میں اسمبلی کے روبرو بیان کی گئیں۔

اٹلی کے حمائتیوں کی طرف سے اس کے جواب میں یہی کہا جاتا رہا کہ یہ سب مسولینی اور اس کے گروہ کی کرتوتیں تھیں اور اب جبکہ خود اٹلی والوں نے مسولینی کی پارٹی اور اس کی پالیسی کو ختم کر کے ان جرائم سے بیزاری کا ثبوت مہیا کر دیا ہے تو اٹلی پر پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے فرائض کو تہذیب اور دیانتداری کے ساتھ انجام دے گا اور برطانیہ اور فرانس کے دوش بدوش لیبیا کو آزادی کے لئے تیار کرنے کی سرگرم کوشش کرے گا۔ لیکن ان کا یہ کہنا نہ تو لیبیا کے وفد کو مطمئن کر سکا نہ ہماری تسلی کا موجب ہوا۔

ہمیں مجوزہ قرارداد بعض اور وجوہ سے بھی ناقابلِ قبول معلوم ہوتی تھی۔ ہمیں لیبیا کو کسی ایک طاقت یا ایک سے زائد طاقتوں کی نگرانی میں دینا منظور نہ تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ لیبیا جلد سے جلد آزاد ہو اسلئے دس سالوں کی میعاد بھی ہمیں پسند نہ تھی۔ مزید برآں ملک کا تین حصوں میں تقسیم کیا جانا ہمیں گوارا نہ تھا۔ ہم جانتے تھے کہ اگر قرارداد کے مطابق لیبیا کو تقسیم کر دیا گیا تو یہ ٹکڑے پھر کبھی اکٹھے نہ ہو سکیں گے۔ مشرقی حصہ کی عملداری انگریزی ہوگی، وسطی حصے کی اطالوی اور مغربی حصے کی فرانسیسی۔ یہ اختلاف خود اتحاد اور آزادی کے رستہ میں روک اور بہانہ ہو جائیگی۔

بحث کے دوران اسمبلی میں ہماری طرف سے ان سب امور کی وضاحت پورے طور پر کر دی گئی۔ ان وجوہات کے علاوہ ایک اور امر میرے لئے بہت

پریشانی کا موجب تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اٹلی کو شکست دے کر اور اتحادیوں کو اُن کے اپنے ہاتھوں سے اسمبلی کے فیصلہ کا پابند بنا کر لیبیا کی آزادی کا سامان فرما دیا ہے اب مغربی طاقتوں کی یہ قرارداد لیبیا کی آزادی کے رستہ میں حائل ہو گئی ہے۔ مغربی طاقتوں نے تو سمجھا ہو گا کہ جو تجویز وہ کریں گے اسمبلی اس پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دیگی میرا خیال تھا کہ اگر ہم اس تجویز کو رد کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور لیبیا کے جلد آزاد ہونے کی صورت پیدا ہو جائے تو شمال مغربی افریقہ کے تینوں عرب ممالک یعنی تونس، الجزائر اور مراکش کی آزادی کا رستہ بھی کھل جائے گا۔ اسلئے میری نگاہ میں مجوزہ قرارداد کا رد کیا جانا از بس ضروری تھا۔ مغربی طاقتوں نے ٹریپولی کی نگرانی اٹلی کے سپرد کرنے کی تجویز سے لاطینی امریکی ریاستوں کی تائید حاصل کر لی تھی۔ اُس وقت اقوامِ متحدہ کی رکنیت ساٹھ سے کم تھی۔ اقوامِ متحدہ کے میثاق کی دفعہ ۱۸ کی رُو سے قرارداد کی منظوری کے لیے دو تہائی آراء درکار تھیں۔ بحث کے دَوران ہمیں اندازہ ہوا کہ ۱۵ اراکین تو یقیناً قرارداد کے خلاف رائے دیں گے لیکن اگر دو چار اراکین رائے دینے سے اجتناب بھی کرتے اور آراء شماری میں ۵۴ اراکین مخالف یا موافق رائے دیتے تو قرارداد کی منظوری کے لئے ۳۶ آراء درکار ہوتیں اور نامنظوری کے لئے ۱۹۔ اپنی طرف سے پوری کوشش کرنے کے بعد بھی ہمیں قرارداد کے خلاف صرف ۱۵ آراء ملنے کا یقین تھا۔

عرب ریاستیں تو قرارداد کے خلاف تھیں لیکن اس وقت صرف چھ عرب ریاستیں اقوامِ متحدہ کی رُکن تھیں۔ ان میں سے مصر کے وزیر خارجہ خشابہ پاشا بھی پُوری جدّوجہد کر رہے تھے اور ہم دونوں آپس میں مشورے کرتے رہتے تھے۔ بحث کا آخری دن آ پہنچا اور قرارداد کے خلاف ۱۵ آراء سے زیادہ کا امکان نظر نہیں آتا تھا۔ میری طبیعت میں سخت اضطراب تھا۔ اسی اضطراب کی حالت میں مَیں نے نمازِ ظہر میں نہایت عجز و انکسار سے ربّ العالمین کی درگاہ میں زاری کی کہ الٰہ العالمین! ہم گنہگار نافرمان پُرتقصیر ہیں لیکن آخر تیرے بندے اور تیرے حبیبؐ کے نام لیوا ہیں۔ تُو ہم پر رحم کی نظر فرما۔ فلسطین کے معاملہ میں ہمیں زک ہوئی۔ اب لیبیا کا معاملہ فیصلے کو پہنچنے والا ہے۔ اس علاقہ میں تیرے بے کس بندے بڑے مظالم کا نشانہ بنے رہے ہیں تُو اپنے فضل و رحم سے ہمیں وہ رستہ دکھا جس پر چل کر ہم تیرے مظلوم بندوں کی رہائی اور مخلصی کی تدبیر کر سکیں۔ تیسری رکعت کے پہلے سجدہ میں جاتے ہوئے دفعتاً اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال فضل و رحم سے ایک ترکیب کی تفہیم فرما دی۔ فالحمد للہ۔ جونہی میں نے نماز ختم کی ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ اقوامِ متحدہ میں مصر کے مستقل نمائندے محمود فوزی صاحب نے فرمایا میرے وزیرِ خارجہ دریافت کرتے ہیں تم کب تک آنے کا ارادہ

رکھتے ہو۔ وہ چاہتے ہیں کہ جلد آجاؤ تو سہ پہر کا اجلاس
شروع ہونے سے پہلے کچھ مزید غور کرلیں میں وزیر خارجہ
مصر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ انہوں نے پوچھا کچھ
مزید غور کیا ہے اور کوئی تجویز ذہن میں آئی ہے؟
میں نے کہا ہاں آئی ہے یا یوں کہیئے ذہن میں ڈالی
گئی ہے۔ اب تک ہم اس کوشش میں رہے ہیں
کہ جہاں تک ہو سکے پوری قرارداد کے خلاف آراء
حاصل کی جائیں۔ اس کوشش کے نتیجہ میں تو ہمیں
صرف ۵ مخالف آراء حاصل ہوسکتی ہیں جو قرارداد
کے رد کرنے کے لئے کافی نہیں ہمیں کم سے کم تین
چار اور مخالف آراء درکار ہیں اور ان کے حاصل
ہونے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اب
ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ جو ممالک برطانیہ
یا فرانس کی خوشنودی کی خاطر برطانیہ کو
CYRENAICA اور فرانس کو فیضان کی
نگرانی سپرد کرنے کے مؤید ہیں ان میں سے تین چار
کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اس قرارداد میں
برطانوی اور فرانسیسی نگرانی والی شقوں کی تائید
میں رائے دینے کے بعد تیسری شق جس میں ٹریپولی
کی نگرانی اٹلی کو سپرد کرنے کی تجویز ہے کے مخالف
رائے دیں۔

خشابہ پاشا:۔ اگر ایسا ہو بھی جائے تو کیا حاصل ہوگا؟

ظفراللہ خان:۔ حاصل یہ ہوگا کہ تیسری شق قرارداد
سے خارج ہو جائے گی۔

خشابہ پاشا:۔ لیکن ملک تو پھر بھی تقسیم ہو جائے گا۔
برطانیہ اور فرانس کو مجوزہ علاقوں کی
نگرانی سپرد کر دی جائے گی۔ تم خود
اب تک مُصر رہے ہو کہ لیبیا کی تقسیم
نہیں ہونی چاہیئے اب تم نے
یکایک اپنی رائے کیوں بدل لی ہے؟

ظفراللہ خان:۔ میں نے رائے نہیں بدلی۔ میں اب بھی
یہی چاہتا ہوں کہ لیبیا کی تقسیم ہرگز
نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر میری بیان کردہ
ترکیب سے تیسری شق قرارداد سے
خارج ہو گئی تو کوئی تقسیم نہیں ہوگی۔

خشابہ پاشا:۔ وہ کیسے؟

ظفراللہ خان:۔ اگر ٹریپولی کی نگرانی اٹلی کے سپرد
نہ ہوئی تو لاطینی امریکن ریاستیں
بقیہ قرارداد کو قبول نہیں کریں گی۔
اور تینوں شقوں پر رائے شماری
کے بعد جب مجموعی طور پر ساری قرارداد
پر رائے شماری ہوگی تو لاطینی
امریکن ریاستیں اس کے
خلاف رائے دیں گی۔

خشابہ پاشا:۔ (خوشی سے اچھل کر) خوب تجویز
ہے۔ میرے ذہن میں بالکل نہیں
آئی تھی۔ پھر اب کیسے کیا جائے؟
وقت بہت تھوڑا ہے۔ آج شام
رائے شماری ہو جائے گی۔

ظفر اللہ خان:۔ لاطینی امریکن ممالک میں ہائیٹی (HAITI) ایک ایسا ملک ہے جس کا اٹلی سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک تو اُن کے ساتھ کوشش ہونی چاہیئے اُن کی زبان فرانسیسی ہے۔ آپ کے وفد میں سے کوئی صاحب اُن کے ساتھ بات چیت کریں۔ سر بی۔ این۔ راؤ ہندوستانی نمائندے کے ساتھ میں بات کرتا ہوں۔ مزید غور کے نتیجہ میں اگر کسی اور ریاست کے متعلق بھی ایسی توقع ہو سکے تو ان کے ساتھ بھی اس نہج پر بات کی جائے۔

میں فوراً سر بی۔ این۔ راؤ کی تلاش میں گیا۔ وہ جلد مل گئے۔ میں نے دریافت کیا۔ آپ کس طرف رائے دیں گے؟

سر بی۔ این۔ راؤ:۔ مجھے حکومت کی طرف سے ہدایت ہے کہ ہم ریزولیوشن کی شقوں پر علیحدہ علیحدہ رائے شماری میں حصہ نہ لیں لیکن جب قرارداد پر مجموعی طور پر رائے شماری ہو تو قرارداد کے خلاف رائے دیں۔

ظفر اللہ خان:۔ آپ کو تو یہاں کی روایات کا خوب تجربہ ہے۔ اگر ریزولیوشن کی شقوں پر علیحدہ علیحدہ رائے شماری کے نتیجہ میں سب شقیں منظور کر لی گئیں تو پوری قرارداد آسانی سے منظور ہو جائیگی۔ اکثر ممالک شقوں پر رائے شماری میں حصہ نہیں لیتے وہ جب دیکھتے ہیں کہ قرارداد کو خاصی تائید حاصل ہے تو وہ مجموعی قرارداد پر رائے شماری میں تائید میں رائے دے دیتے ہیں۔ یہاں بھی یہی صورت ہوگی۔ اگر ساری شقیں منظور ہوگئیں تو پوری قرارداد ضرور منظور ہو جائے گی۔ اس مرحلہ پر مخالفت بے سود ہوگی۔

سر بی۔ این۔ راؤ:۔ تو پھر تم کیا چاہتے ہو؟

ظفر اللہ خان:۔ حکومت ہند کے شقوں پر رائے شماری میں حصہ نہ لینے کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ برطانیہ اور فرانس کو ناراض نہیں کرنا چاہتے ورنہ جیسے آپ نے کہا ہے قرارداد کے تو وہ مخالف ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو پہلی دو شقوں میں حصہ نہ لیں بلکہ اگر برطانیہ اور فرانس کی خوشنودی ہی منظور ہو تو بے شک ان دو شقوں کی تائید میں رائے دیں لیکن تیسری شق کے خلاف رائے نہ دینا تو ظلم ہوگا۔ اٹلی کی آپ کو کوئی خوشامد بھی نہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ اگر تیسری شق منظور ہوگئی تو ساری قرارداد منظور ہو جائے گی اور آپ کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ اسلئے میں تو یہ کہتا ہوں کہ پہلی دو

شقوں کے متعلق آپ جو چاہیں کریں لیکن تیسری شق کے خلاف ضرور رائے دیں۔

مسٹر بی۔ این۔ او۔ (کچھ سوچنے کے بعد) اس طریق سے نتیجہ تو میری حکومت کے منشاء کے مطابق ہی ہوگا۔ بہت اچھا ہم ایسا ہی کریں گے۔

اِدھر ہائیٹی کے نمائندے نے بھی تیسری شق کے خلاف رائے دینا منظور کر لیا۔ اجلاس شروع ہو گیا۔ ہماری کوشش اجلاس کے دَوران میں بھی جاری رہی لیکن بارآور نہ ہوئی۔ تقریروں کا سلسلہ کچھ لمبا ہو گیا۔ سہ پہر کا اجلاس ملتوی۔ شام کے کھانے کے بعد پھر اجلاس شروع ہوا۔ آخر ۱۱ بجے شب کے بعد رائے شماری کی نوبت آئی۔ مغربی ریاستیں مطمئن نظر آتی تھیں جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ انہیں قرارداد کے منظور ہونے کا پورا یقین ہے۔ ہم جو قرارداد کے مخالف تھے خائف و پریشان تھے۔ میری دعائیں زیرِ لب جاری تھیں۔ کیونکہ طبیعت میں بہت اضطراب تھا۔

رائے شماری شروع ہوئی پہلی شق منظور ہو گئی، دوسری شق منظور ہو گئی تیسری شق پر ہم نے نام بنام رائے شماری کا مطالبہ کیا۔ ہر ملک کا نام باری باری پکارا جاتا اور اس ملک کا نمائندہ "ہاں" یا "نہ" یا رائے زنی سے اجتناب کا اعلان کرتا۔ ممالک کے نام پکارے جانے کے سوائے سناٹے کا عالم تھا۔ کرنل عبدالرحیم خان جو اُن دنوں اقوامِ متحدہ میں ہمارے مستقل نمائندے تھے ایک کاغذ پر ہر جواب کو لکھتے جا رہے تھے۔ جب سب اراکین ممالک کی طرف سے جواب مل چکے تو کرنل صاحب نے جلد جلد اپنے لکھے ہوئے جوابات کو شمار کیا اور میرے کان میں کہا۔ تائیدی آراء ۳۴۔ مخالف ۱۷۔ رائے دینے سے اجتناب کرنے والے ۸۔ پہلے تو میری طبیعت افسردہ ہوئی کہ یہ شق بھی منظور ہو گئی۔ چونکہ ہمارا اندازہ تھا کہ ۱۷ مخالف آراء نامنظوری کے لئے کافی نہیں ہوں گی۔ لیکن جب میں نے ۳۴ اور ۱۷ کا موازنہ کیا تو میری طبیعت میں خوشی اور اطمینان کی لہر دَوڑ گئی کیونکہ ۳۴ موافق آراء، ۱۷ مخالف آراء کے دُگنے سے کم تھیں۔ اب ہم انتظار میں تھے کہ صاحبِ صدر کی زبانی نتیجے کا اعلان ہو۔ آسٹریلیا کے وزیرِ خارجہ ڈاکٹر ایوٹ صدر تھے اور مسٹر ٹرگوے لی سیکرٹری جنرل تھے۔ امورِ متعلقہ اسمبلی کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل مسٹر اینڈریو کارڈیر تھے۔ مؤخر الذکر دونوں اصحاب صاحبِ صدر کے دائیں بائیں تشریف فرما تھے۔ تینوں مرجوڑے رائے شماری کے پرچہ کا غور سے مطالعہ کر رہے تھے۔ صاحبِ صدر خود قرارداد کے زوردار حامی تھے۔ سیکرٹری جنرل ہمیشہ ہر معاملے میں مغربی ریاستوں کے مؤید ہوا کرتے تھے۔ اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل اگرچہ امریکن اور آزاد رائے رکھنے والے تھے لیکن طبعاً اپنے

فرائضِ منصبی کے لحاظ سے صاحبِ صدر اور سیکرٹری جنرل کے معاون تھے اور رائے شماری کے لئے نام پکارنا اور جواب دُہرانا انہی کا کام تھا۔ ہر نمائندے کا جواب اس لئے دُہرایا جاتا تھا کہ کسی قسم کی غلط فہمی کا امکان نہ رہے۔ یہ تینوں اصحاب رائے شماری کے پرچہ کا بار بار تجزیہ کر رہے تھے کہ شاید کسی طریق سے کہیں سے ایک تائیدی رائے اَور مل جائے اور مشکل حل ہو جائے لیکن حساب پر اُن کا بس نہیں چلتا تھا۔ حاضر اراکین کی تعداد ۵۸ تھی۔ جس میں سے ۸ نے رائے دینے سے اجتناب کیا۔ باقی ۵۰ اراکین نے رائے دی جن میں سے ۱۷ مخالف تھے۔ منظوری کے لئے کم از کم ۳۴ آراء کی ضرورت تھی اور موافق آراء صرف ۳۳ تھیں! مزید ایک اَور کہاں سے آتی؟ ناچار صاحبِ صدر نے نہایت افسردگی کے لہجے میں نتیجے کا اعلان کیا کہ شق نمبر ۳ چونکہ نامنظور ہوئی اس لئے قرارداد سے خارج کی گئی ہے۔

ہماری طرف سے خوشی کا اظہار تو لازم تھا ہی لیکن معلوم ہوتا ہے میرے اعصاب پر پہلے چند دنوں کی پریشانی اور اضطراب کا بوجھ تھا میری طبیعت قابو میں نہ رہی اور میں جوش سے اپنے سامنے کے ڈیسک کو زور زور سے متواتر پیٹنے لگا۔ کرنل عبد الرحیم نے آہستہ سے مجھے کہا چوہدری صاحب کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا مغربی طاقتوں کی چھاتی پیٹ رہا ہوں! یہ کہتے ہی میری طبیعت ضبط میں آ گئی اور میں اپنی اس جذباتی حرکت پر منفعل ہُوا کیونکہ صاحبِ صدر میری طرف تیوری چڑھائے دیکھ رہے تھے۔ کئی دن تک میرے دونوں ہاتھ اس ڈیسک کوبی کی وجہ سے متورم رہے۔

قرارداد کی چوتھی شق یہ تھی کہ تینوں ممالک دس سال کے عرصے میں لیبیا کے تقسیم شدہ علاقوں کو ایک متحد آزاد ملک کی حیثیت اختیار کرنے کے لئے تیار کریں۔ جب صاحبِ صدر نے اس شق پر آراء طلبی کی تو میں نے وضاحت چاہی کہ تینوں ملکوں سے کون سے تین ملک مراد ہیں؟ چونکہ قرارداد کی صرف دو شقیں ہی منظور ہوئی تھیں اور ان میں صرف دو ملکوں یعنی برطانیہ اور فرانس کا ذکر تھا۔ صاحبِ صدر نے فرمایا کوئی رکن ابھی ترمیم پیش کر دے گا کہ تین کی جگہ دوؔ کا لفظ رکھ دیا جائے۔ میں اس امر پر بھی کچھ کہنے کو تھا کہ ارجنٹائن کے نمائندے ڈاکٹر آرسی نے بولنے کی اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر کہا کہ قرارداد کی بقیّہ شقوں پر رائے شماری کرنا غیر ضروری ہے کیونکہ جب ٹریپولی کی نگرانی اٹلی کے سپرد نہیں کی جا رہی تو لاطینی امریکن ریاستیں باقی سب شقوں کے خلاف رائے دیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ قرارداد کی باقی سب شقیں ردّ ہوئیں اور جب پہلی دو شقوں پر مجموعی طور پر رائے شماری ہوئی تو وہ بھی ردّ کر دی گئیں

اور اس طرح جہاں تک لیبیا کا تعلق تھا بیون، سفورزا پیکٹ کا خاتمہ ہو گیا۔

اجلاس ختم ہونے پر میں کراچی واپس آگیا۔ کچھ دنوں بعد اطالوی سفیر متعینہ پاکستان مجھ سے ملنے کے لئے آئے اور اپنے وزیر خارجہ کا ایک خصوصی پیغام میرے نام لائے۔ کاؤنٹ سفورزا نے کہلا بھیجا ہمیں قرارداد کے ردّ ہو جانے پر کوئی رنج نہیں۔ ہم عرب ممالک کی دوستی اور خوشنودی کے خواہاں ہیں اور اسمبلی کے آنے والے سالانہ اجلاس میں لیبیا کی فوری آزادی کی تائید کرنے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ ۱۹۴۹ء کے سالانہ اجلاسِ اسمبلی میں یہ قرارداد منظور ہو گئی کہ یکم جنوری ۱۹۵۱ء سے لیبیا آزاد ہو گا۔ اس قرارداد کے نفاذ کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کے اراکین میں مصر اور پاکستان دونوں شامل تھے۔ چنانچہ قرارداد کے مطابق یکم جنوری ۱۹۵۱ء کو لیبیا کی آزاد حکومت قائم ہو گئی۔ فالحمد للہ۔

(ت۔ ن)

(بقیہ کالم ۲)

دل میں سوچا کہ اگر اس طرح کی صورتِ حال آنحضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آجاتی تو یقیناً کسی بچے کی دلشکنی نہ فرماتے۔ پس میں نے بچوں کے لئے وقت صرف کر کے گویا سنتِ نبوی کی پیروی کی ہے۔ (ماخوذ)

سنتِ نبویؐ کی پیروی اور صوفیاءِ کرام

قدیم صوفی حضرت بایزید بسطامیؒ (متوفی ۲۶۱ھ) کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کی خدمت میں خربوزہ پیش کیا گیا تو انہیں یہ تجسس پیدا ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طریقے سے خربوزہ استعمال فرمایا تھا۔ چونکہ یہ تفصیل انہیں معلوم نہ ہو سکی اسلئے انہوں نے خربوزہ کھانے سے احتیاط برتی کہ مبادا سنتِ نبوی کی خلاف ورزی ہو جائے۔

حضرت ابوبکر شبلیؒ (متوفی ۳۳۴ھ) کے بارے میں ان کے آخری ایام کا، جبکہ وہ بسترِ مرگ پر پڑے تھے، واقعہ ہے۔ خادم وضو کرا رہا تھا تو اسے حکم دیا میری داڑھی میں انگلیاں ڈال کر خلال بھی کرا دو۔ اس نے پوچھا کیا یہ خلال فرض و واجب ہے کہ ایسے وقت میں اسکی تاکید کی جا رہی ہے۔ جواب میں حضرت شبلیؒ نے فرمایا فرض و واجب تو نہیں مگر میں نہیں چاہتا کہ دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے محبوب ہادی کی کسی ادنیٰ سنّت کو بھی ترک کر دوں۔

اور مولانا رومیؒ (۶۷۲ھ) نے تو عجیب و غریب مثال قائم کی۔ وہ گلی میں گزر کر کسی ضروری کام پر جا رہے تھے بچوں نے انہیں دیکھا تو سلام کہنے لگے اور مولانا رُک کر ہر ایک بچے کے سلام کا فرداً فرداً جواب دینے لگے۔ جب فارغ ہو کر چلنے لگے تو دوسری طرف سے دور ایک بچے کی صدا گونجی مولانا ٹھہریئے "میں نے بھی سلام کہنا ہے"۔ چنانچہ مولانا کے قدم پھر رُک گئے۔ بچے نے قریب آکر سلام کہا۔ آپ نے پوری توجہ سے اس کا جواب دیا اور پھر آگے بڑھے۔ جب اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا گیا تو فرمانے لگے۔ میں نے اپنے (باقی کالم اوّل پر)

چودھویں صدی اور ظہورِ مہدی و مسیح

(از محترم جناب قریشی اسد اللہ صاحب الکاشمیری)

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث میں چودھویں صدی ہجری میں ظہورِ مسیح و مہدی کا ذکر کہاں ہے؟

اس کے جواب میں اوّل تو اس پر غور کرنا چاہیئے کہ اگر یہ سوال درست ہے تو کیوں مسلمان صدہا سال سے موجودہ آخری زمانہ میں مسیح و مہدی کا انتظار کرتے چلے آرہے ہیں۔ اگر قرآن و حدیث اور بزرگانِ اُمت کی پیشگوئیوں میں ان کا زمانہ صراحتاً یا کنایۃً بتلایا نہیں گیا تھا تو کس بنیاد پر تمام مسلمان خواہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں تیرھویں یا چودھویں صدی میں ان کے ظہور پر یقین رکھتے چلے آرہے تھے اور جتنا زمانہ گزرتا گیا یا گزرتا جارہا ہے ان کی انتظار شدید اور زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

پھر نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو، عیسائی، یہودی، زرتشتی وغیرہ اقوام بھی تو آپ کے ساتھ اسی زمانہ میں آخری مصلح کا انتظار کر رہے ہیں۔ گو عدم تدبّر سے یہ قومیں سمجھتی ہیں کہ وہ مصلح آخر الزمان انہی میں سے ہوگا مگر اس امر پر سب قومیں متفق نظر آرہی ہیں کہ آنے والا جو بھی ہوگا اسی موجودہ زمانہ میں آئے گا بلکہ ان میں سے بہت سے محققینِ مذاہب نے اس کا وہی سن اور زمانہ مقرر کیا تھا جو تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے مطابق پڑتا ہے اور قرآن و حدیث اور بزرگانِ اُمت کی پیشگوئیاں بھی اسی زمانہ تک پہنچتی ہیں آگے نہیں جاتیں۔ یعنی بزرگوں کی تمام پیشگوئیاں ظہورِ مہدی و مسیح کا زمانہ چودھویں صدی ہجری تک ہی متعین کرتی ہیں، پندرھویں صدی ہجری کسی نے نہیں بتلائی۔

ہم یہاں قرآن و حدیث اور بزرگانِ اُمت کی وہ پیشگوئیاں درج کرتے ہیں جن میں مہدی و مسیح آخر الزمان کے ظہور کے لئے تیرھویں صدی ہجری کا آخر اور چودھویں صدی کا آغاز مقرر کیا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ان صدیوں سے ان کا ظہور مؤخر نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید میں ہے:-

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ
إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ
فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ
سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ (سورہ سجدہ ع۱)

یعنی اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین کی طرف تدبیر امر کرتا رہے گا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد وہ دین آسمان کی طرف چڑھ جائیگا۔

جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق
ایک ہزار سال ہے۔"

اس میں دو زمانے بیان ہوئے ہیں (۱) تدبیرِ امر کا زمانہ، (۲) عروجِ امر کا زمانہ۔ عروجِ امر کا زمانہ ایک ہزار سال بتایا گیا ہے اور تدبیرِ امر کا زمانہ حدیثِ نبوی میں تین سو سال قرار دیا گیا ہے جس میں فرمایا :-

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ
يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ
ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبَ۔

(صحیح بخاری و مسلم)

ترجمہ۔ "بہترزمانہ میرا ہے پھر اُن کا جو اس سے
متصل ہیں پھر اُن کا جو اس سے متصل
ہیں۔ پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔"

یہ تین قرون (صدیاں) گزر جانے کے بعد ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ (عروجِ امر) کا عمل شروع ہو گیا اور بالآخر ہزار سال میں دینِ اسلام کا وہ اثر دلوں سے اُٹھ گیا جو خیر القرون کی تین صدیوں میں موجود تھا۔ خَيْرُ الْقُرُوْنِ کی یہ تین صدیاں ہزار سال میں ملائی جائیں تو تیرہ صدیاں بنتی ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ تیرہ سو سال کے آس پاس ہی ماموریِ الٰہی کے ذریعہ پھر تدبیرِ امرِ قرآنی اور تجدیدِ دینِ اسلام اور اس مقصد کے لئے کسی آسمانی مصلح کی ضرورت تھی جو عالمگیر صلیبی غلبہ کو توڑنے اور گمراہیوں کو دُور کرنے کے لئے مبعوث ہو اور پیشگوئیوں کے مطابق اسی مصلح کو مسیح و مہدی کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے جس کا آخر زمانہ میں وعدہ دیا گیا تھا۔ کیونکہ آخر زمانہ میں بُرائیوں، فتنوں، ظلم اور بے دینی انتہا کو پہنچنے والی تھی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسلام کا صرف نام باقی رہے گا اور قرآن رسمی طور پر پڑھا جائے گا (مشکوٰۃ کتاب العلم) یعنی اسلام پر عمل کرنے والے اور قرآن کو سمجھنے والے مٹ جائیں گے۔ اس سے بڑھ کر علماء کے بگاڑ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عُلَمَاءُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ (مشکوٰۃ کتاب العلم) یعنی عوام الناس تو الگ رہے علماء بھی اس زمانہ میں ایسے بگڑ جائیں گے کہ آسمان کے نیچے اُن سے بدتر مخلوق نہ ہوگی۔ یہ بھی فرمایا کہ ایمان و اسلام اس قدر متزلزل ہوگا کہ انسان صبح کو اُٹھے گا تو مومن ہوگا اور شام کے وقت سوئے گا تو کافر ہوگا۔ اسی طرح شام کو مومن سوئے گا اور صبح کو کافر اُٹھے گا (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

زمانۂ غلبۂ صلیب اور کاسرِ صلیب کی ضرورت

احادیث کی رُو سے غلبۂ صلیب کے وقت کاسرِ صلیب مسیح کی ضرورت واضح ہے کیونکہ حدیث بخاری يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ کے الفاظ میں ظہورِ مسیح موعود کی ایک اہم علامت اور اس کا اہم منصب کسرِ صلیب بیان ہوا ہے یہ الفاظ صفائی کے ساتھ بتلاتے ہیں کہ ظہورِ مسیح سے پہلے غلبۂ صلیب ضروری ہے۔ کیونکہ اگر صلیب کا غلبہ نہ ہو تو اسے توڑنے کے لئے کاسرِ صلیب کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ صلیب پرست قوم سوائے عیسائی قوم کے اور کوئی نہیں جس کا غلبہ تیرھویں صدی ہجری میں

عالمگیر صورت اختیار کر گیا ہے واقعات نے روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پس حدیث یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ کے الفاظ صاف طور پر متعین کرتے ہیں کہ تیرھویں صدی ہجری میں کاسرِ صلیب کو آجانا چاہیئے تھا ورنہ خدا اور رسول کے وعدوں کا تخلّف اور اُن تمام پیشگوئیوں کی تکذیب لازم آتی ہے جو مسیح دجّال کے تعاقب کے لئے مسیح موعود کے معاً ظہور کے بارے میں قدیم الہامی کتابوں اور قرآن و حدیث میں واضح طور پر موجود ہیں۔ اگر کوئی روحانی آنکھ اور دینی حِس رکھتا ہو تو حدیث یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ کے مطابق موجودہ غلبۂ صلیب ہی مسیح موعود کی شناخت اور اس کی صداقت کے لئے کافی ہیں ع

عاقل را اشارہ کافیست

علاوہ اس کے تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کا زمانہ وہی زمانہ ہے جو اسلام کے ہزار ثانی اور حضرت آدم علیہ السلام سے ساتویں ہزار کے آغاز سے مطابق ہے جو عمرِ دنیا کا آخری ہزار سال ہے جس میں تمام نبیوں کی شہادتوں کی رُو سے مصلح آخر الزمان کا ظہور مؤخر نہیں ہو سکتا۔

ہزار ثانی ہجری کی شدّت وعظمت

احادیث اور بزرگانِ اُمّت کی پیشگوئیوں میں ہزار ثانی ہجری کی شدّت وعظمت بیان ہوئی ہے شدّتِ شرور وفتن کے لحاظ سے اور عظمت ظہورِ مہدی آخر الزمان کے لحاظ سے بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت سعدؓ سے حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا تَعْجِزَ أُمَّتِي
عِنْدَ رَبِّهَا أَنْ يُؤَخِّرَهُمْ
نِصْفَ يَوْمٍ قِيلَ لِسَعْدٍ وَ
كَمْ نِصْفُ يَوْمٍ قَالَ خَمْسُ
مِائَةِ سَنَةٍ (ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ
کتاب الفتن)

یعنی مجھے اُمید ہے کہ میری اُمّت
اپنے رب کے نزدیک عاجز نہ ہوگی
اس امر سے کہ انہیں نصف یوم مؤخر
کردے۔ سعد (راوی) سے پوچھا گیا
کہ نصف یوم کتنا ہے؟ کہا پانچسو سال"

یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ اللہ کے نزدیک یہ امر مشکل نہیں کہ وہ اِس اُمّت کو ایک دن یا نصف دن میں جمع کرے گا اور ایک دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ یہ حدیث جابر بن سمرہؓ سے بھی مروی ہے کہ اگر میری اُمت درست رہی تو ایک ہزار سال اور اگر بگڑ گئی تو پانچ سو سال کی مدّت پائے گی۔

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ اُمّتِ محمدیہ ایک ہزار سال تک درست و مجتمع رہے گی، ایسا ہی وقوع میں آیا۔ ایک ہزار سال کے بعد جب ہزار ثانی شروع ہوا تو اُمّت میں کثرت سے فتنے اور فساد اُبھر آئے۔ اسلامی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ مسلم ممالک پر صلیبی اقوام

کا غلبہ ہوگیا اور مسلمانوں پر ایسے دن آگئے کہ تیرہ سو سال سے ایسے دن نہ آسکے تھے۔

علامہ سیوطیؒ نے ہزار ثانی کی اہمیت اور اُمتِ محمدیہ کے ایک ہزار سال سے تجاوز کرنے کے بیان میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "الکشف فی مجاوزۃ ھذہ الاُمّۃ الالف" جس میں لکھا ہے کہ اس اُمت کی مدت ہزار سال سے تجاوز کریگی اور ہزار ثانی کے آغاز میں پھر جمع کی جائے گی اور اس سے زیادہ یہ اُمت عاجز نہیں کی جائیگی۔ نواب صدیق حسن خان نے اسے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس لحاظ سے چودھویں صدی ہجری کے سر پر امام مہدیؑ کے ظہور کا قوی احتمال ہے بلکہ چودھویں صدی شروع ہونے سے بھی قبل (حجج الکرامہ صفحہ ۵۱۰)

جابر بن سمرہؓ کی مذکورہ حدیث پر امام عبدالوہاب شعرانی (وفات ۹۷۶ھ) نے الیواقیت میں تقی الدین بن ابی المنصور سے نقل کیا ہے کہ ایک ہزار سال بعد قیامت کی نشانیاں شروع ہو جائیں گی اور حدیث مذکورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ایک ہزار سال تک شریعت اسلامیہ کا غلبہ رہے گا پھر ایک ہزار ختم ہونے پر اس میں تنزل اور اضمحلال شروع ہو جائے گا یہاں تک کہ اسلام اسی طرح غریب ہو جائے گا جس طرح شروع میں تھا۔ اس کے بعد خلافت حضرت علیؓ سے لیکر ایک ہزار سال کا حساب کرکے علامہ شعرانی نے ظہور مہدی کا وقت ۱۲۵۵ھ تک مقرر کیا ہے۔" (الیواقیت (ترجمہ زعرنی) جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ طبع مصر)

ادھر ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۲۵۰ھ ہجری میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ پیدا ہو چکے تھے اور چالیس سال بعد ۱۲۹۰ھ میں انہوں نے مہدی و مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا

امام مُلّا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث ابن ماجہ اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِأتَیْنِ پر لکھا ہے کہ احتمال ہے کہ اَلْمِأتَیْنِ میں الف لام عہد کیلئے ہو اور مراد یہ ہو کہ ایک ہزار برس بعد جو دو سو سال آئیں گے ان کے بعد قیامت کی نشانیاں شروع ہو جائیں گی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵)

علامہ شعرانیؒ نے لکھا ہے کہ بارھویں صدی کے بعد تیرھویں صدی ہے۔ اس میں نزول عیسیٰ و مہدی، خروج دجال، دابۃ الارض، رفع قرآن، ظہور یاجوج و ماجوج وغیرہ سب علاماتِ قیامت پوری ہو جائیں گی۔

مولوی محمد حسن امروہوی محی الدین ابن عربیؒ کی کتاب فصوص الحکم کی شرح میں لکھتے ہیں کہ چودھویں صدی میں چونکہ مہدی آخر الزمان کی آمد آمد ہے اسلئے اولیاء اُمت اور علم روحانیت کی کمی واقع ہو گئی ہے۔ حضرت مسیح کا قول فصل متی باب ۲۴ میں یہ ہے کہ "جب ستارے گر جائیں گے، برگشتگی کامل ہو جائے گی تو میں آجاؤں گا" اس کے معنی ہیں کہ علماء و اولیاء اُمت کم ہوں گے۔ اسلامی خلافت پر زوال آجائے گا اور ترقی اسلام کی کوئی امید ظاہر نہیں رہے گی۔ اور یہ زمانہ یہی ہمارا زمانہ ہے یعنی چودھویں صدی کا۔ (التاویل المحکم (فارسی) فی متشابہ فصوص الحکم صفحہ ۲۴۲)

علامہ محمد حسن موصوف نے جو تورات و اناجیل

کے بھی فاضل نقشے لکھا ہے کہ مکاشفہ فصل ۲۰ میں لکھا تھا کہ ایک ہزار سال کے لئے شیطان قید کیا گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں نزولِ رُوح ہُوا تو عروجِ رُوح بھی حسب آیت تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ بعد ہزار سال ہے۔ اسی سے بعض علماء نے کہا ہے کہ محمدؐ ہزار سال کے بعد احمد ہوں گے۔ ایک ہزار سال بعد عروجِ رُوح کے بعد زمین پر نزولِ شیطان ہُوا جس نے یاجوج و ماجوج یعنی روس و انگریز کو فریفتہ کیا جو مقدسین کے ممالک پر آمدِ مسیح تک مسلّط ہو چکے ہیں جو عنقریب تشریف لانے والے ہیں۔" (ایضاً صفحہ ۳۸)

اِس حوالہ میں یہ جو کہا گیا ہے کہ "محمدؐ ہزار سال بعد احمد ہوں گے" اِس سے مراد یہ ہے کہ ہزار سال تک دُنیا میں اسمِ محمدؐ کی تجلّی رہے گی۔ اس کے بعد آپؐ کے اسمِ احمدؐ کی تجلّی دنیا میں ظاہر ہوگی۔ یا یوں سمجھیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محمدؐ اور احمدؐ جو دو نام دیئے گئے تھے وہ دو دَوروں پر منقسم ہیں (۱) محمدیّت کا دَور، (۲) احمدیّت کا دَور۔ اب چونکہ ہزار ثانی جا رہا ہے اسلئے یہ دَور احمدیّت کا دَور ہے۔

گزشتہ اُمتوں کی تاریخ سے سنّت اللہ یوں معلوم ہوتی ہے کہ ایک ہزار سال کے بعد ان میں زبردست انقلابات آئے اور اصلاح کے لئے انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ گیارھویں صدی ہجری میں مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے بھی اس فلسفہ پر روشنی ڈالتے ہوئے مکتوبات میں متعدد مقامات پر موجودہ ہزار ثانی کی اہمیت اور اس میں اسلام کے نئے دَور کے آغاز کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حدیث کی رُو سے اِس اُمّت کا ایک اوّل ہے اور ایک آخر۔ ایک ہزار سال کے بعد آخر شروع ہو چکا ہے جو اوّلین دَور سے مشابہت اختیار کرے گا کیونکہ آخر جب اوّل سے ملتا ہے تو اس میں مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ اس اُمّت کا آخر بہتر ہے یا اوّل۔ وسط کا ذکر نہیں فرمایا۔

اِس اُمّت کے آخرین کو نسبتِ علو حاصل ہے مگر وہ قلیل بلکہ بہت قلیل ہیں اور درمیانی اُمّت کو گو علو سے نسبت نہیں مگر وہ بہت ہیں بلکہ اکثر اور ہر جہت میں کمیت اور کیفیت ہے مگر متأخرین کو قلیل ہونے کی نسبت نے درجۂ علیا پر پہنچا دیا اور سابقین اُمّت سے مناسبت پیدا کر دی اور ان کو بشارت ملی حدیث میں فرمایا بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ۔ اور اس اُمّت کے آخر کا آغاز رحلتِ نبوی سے ہزار ثانی سے ہے۔ کیونکہ ایک ہزار سال کو امور کے تغیرات، حالات کے انقلابات اور تبدیلیٔ اشیاء میں قوی تاثیرات ہیں۔ اس معنی پر شاہد عادل حضرت عیسیٰ و مہدی موعود علیہ السلام کی آمد و بعثت ہے۔ جب رُوح القدس کا فیض مدد کرتا ہے تو دوسرے لوگ بھی وہی کر سکتے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا، گو آجکل کے لوگ اس بات کو گراں سمجھتے ہیں مگر حقیقت یہی ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے۔" (مکتوبات جلد ۲ صفحہ ۳۰۳ مکتوب ۲۶۱)

مجدد صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ "یہی وجہ ہے کہ جو منقول ہے کہ سابق شریعتوں اور اُمتوں میں جب کسی بڑے اور اولو العزم پیغمبر کی بعثت پر ایک ہزار سال گزر جاتا تھا تو اور انبیاء کرام ان میں مبعوث ہوا کرتے تھے جو سابق شریعت کی تجدید و تقویت کا کام کرتے تھے۔ جب اس کی شریعت کی دعوت کا دور پورا ہو جاتا تھا تو کوئی دوسرا اولو العزم پیغمبر مبعوث ہو جایا کرتا تھا اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک ہزار سال گزرنے پر بھی ایک پیغمبر کو آپ کے تابع بھیجا جانا مقدر ہے جو آپ کے دین و شریعت کو زندہ اور تازہ کرے گا کیونکہ قرآن مجید میں وعدہ فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔" (ایضاً مکتوب ۲۰۸ مطبع نولکشور لکھنؤ)

امام مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۰۱۴ ہجری) نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں باب الامر بالمعروف میں ہزار ہجری کے بعد مسلمانوں پر نزول بلاء و فتن کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک ہزار سال کے بعد اسلام پر قہقری ایام آئیں گے اور عام طور پر جابر سلاطین مسلط ہوں گے۔ عامل علماء کی قلت ہوگی۔ جہلاء ظالم قاضیوں اور ریاکار مشائخ کی کثرت ہوگی فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب ۵ مطبوعہ مصر صہ ۹)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری اُمت پر ایک ہزار ایک سو اسّی سال گزر جائیں گے یعنی قریباً ۱۲ سو سال تو تنہائی، کنارہ کشی اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر عبادت کی جائیگی اسلئے کہ ہزار ثانی کے دوسو سال میں بہت لڑائیاں اور خونریزیاں ہوں گی" (تفسیر روح البیان جلد ۱ صہ ۲۳)

اُمتوں اور انقلابات عالم کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک ہزار سال کا گزرنا کسی نئے پیغمبر اور عظیم انقلاب کا مقتضی ہوا کرتا ہے۔ جس مذہب اور اُمت کی تاریخ پر غور کیا جائے سُنّت اللہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ ایک ہزار سال کے بعد نیا نبی آیا یا بہت بڑا انقلاب آیا۔ تاریخ اور مذکورہ قرآن و احادیث اور بزرگانِ اُمت کے اقوال اس پر شاہد ہیں۔

یہ انقلاب مذہبی اصطلاح میں قیامت بھی کہلاتا ہے۔ "قیامت" کے لغوی معنے کھڑے ہونے کے ہیں۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی مامور کے ذریعہ نئی جماعت کھڑی کرتا ہے اور اس کے ذریعہ بنی نوع انسان کی ترقی کا دوسرا دور شروع ہو جاتا ہے۔

اُمتِ محمدیہ کے لئے بھی ہزار ثانی میں قیامت کا آنا اور خدا کے مامور مہدی و مسیح کے ذریعہ نئی جماعت کا کھڑا ہونا مقدر تھا تاکہ اسکے ذریعہ بنی نوع انسان کی ترقی کا نیا دور شروع ہو۔ سو ایسا ہی ہوا۔

(باقی آئندہ)

قصیدہ مدحیہ

بہ تقریب مراجعت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہٖ

از مغربی افریقہ

(از جناب چودھری علی محمد صاحب سرور بی اے بی ٹی)

رہبرِ راہِ ہُدیٰ اے ناصرِ دینِ متیں — وارثِ تختِ خلافت اے امیر المومنیں
آرہا ہے فاتحانہ شان سے سُوئے وطن — قدرتِ ثانی کے مظہر اے امام المتّقیں
صد مبارک اے شہِ لولاکؐ کے قائم مقام — شادمانی۔ کامرانی در رہِ دینِ متیں
جان و مال و آبرو اور دیدہ و دل فرشِ راہ — فاتحِ اقوامِ سُود۔ اے رہبرِ دینِ متیں
اہلِ افریقہ کے دل تُو نے منوّر کر دیئے — اے مسیح و مہدیٔ دَوراں کے مسند نشیں
اک اشارے میں ہزاروں کے لئے دل ہاتھ میں — ہو مبارک۔ صد مبارک تجھکو یہ فتحِ مبیں

ایکہ آئی فاتحانہ سُوئے ما با عزّ و شاں
ہدیۂ تبریک پیش است از من و جملہ جہاں

ایکہ تیری ذات ہے سرچشمۂ جُود و کرم — ہیں ترے ممنونِ احساں کیا عرب اور کیا عجم
ہے تری ذاتِ گرامی معدنِ اسرارِ دیں — فیض کیوں پائیں نہ تجھ سے آج شاہانِ عجم
ہے سراسر یہ کرامت۔ تیرے قدموں کے طفیل — بن رہا ہے دشتِ افریقہ بھی گلزارِ اِرَم

آج افریقہ میں وہ شانِ صلیبی ہے کہاں
اب تو بحر و بر میں لہراتا ہے اسلامی عَلَم

ہو رہے ہیں سرنگوں جھنڈے مسیحی قوم کے
ایسے اُکھڑے ہیں کہ جمتے ہی نہیں اُنکے قدم

طارقِ اوّل بڑھا الرّیف سے تھا سُوئے غرب
نایجر نے فاتحِ سُوڈان کے چُومے قدم

تُو ہے محبوبِ الٰہی تُو ہے فخرِ اولیاء
چہرۂ پُرنُور پر نُورِ سماوی کی قسم

جُملہ خُوبانِ جہاں را کردۂ زیرِ قدم
مژدہ بادت اے شہِ خوباں ولے ترکِ عجم

کس قدر روشن ہے آلِ حام مستقبل ترا
ہے چمک تیرے مقدّر کی ثریّا سے سِوا

مل گئی تجھکو رہائی ظالموں کی قوم سے
کس قدر تجھ پر ہوا ہے مہرباں تیرا خدا

عرش سے دیکھا جو اُس نے تیرے دل کا اضطراب
تجھکو آزادی کی نعمت سے شناسا کر دیا

اس سے بھی بڑھ کر ہوا فضلِ الٰہی یہ کہ اب
دولتِ ایماں سے تیرا دامنِ دل بھر دیا

تُو مسیحِ وقت کے دامن سے وابستہ ہوتی
یُوں کہو تیرا قدم اوجِ فلک پر جا پڑا

بختِ پر نازاں ہو اپنے آج تُو قومِ بلالؓ
پی رہی ہے سرمدی چشمے سے تُو آبِ بقا

ہے مقدّر احمدیّت کی ترقی بالیقیں
تیرا حصّہ بھی خدا نے اس میں وافر رکھ دیا

ہو مبارک ۔ صد مبارک تجھکو اے قومِ بلالؓ
چودھویں کا چاند بن جانے کو ہے تیرا ہلال

واقعۂ صلیب کی حقیقت

(از مکرم جناب مولوی عبد الکریم صاحب شرما سابق مبلغ مشرقی افریقہ)

(۴)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الفرقان بابت ماہ مارچ ۱۹۷۲ء)

زبور کی پیشگوئی

یوحنا انجیل نویس نے زبور ۲۲ اور ۳۴ کو واقعۂ صلیب پر چسپاں کیا ہے (یوحنا ۱۹/۲۴، ۳۶) ان زبوروں کا مضمون یہی ہے کہ مسیح دشمنوں کے ہاتھوں دُکھ اٹھائینگے لیکن خدا ان کی فریادوں کو سُنے گا اور ان کی مدد کو آئیگا چنانچہ لکھا ہے:-

"کیونکہ کتّوں نے مجھے گھیر لیا ہے۔ بدکاروں کی گروہ مجھے گھیرے ہوئے ہے۔ وہ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدتے ہیں مَیں اپنی سب ہڈیاں گن سکتا ہوں ۔۔۔ وہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں۔ اور میری پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں لیکن تُو اے خداوند! دُور نہ رہ۔ اے میرے چارہ ساز! میری مدد کے لئے جلدی کر ۔۔۔ کیونکہ اُس نے نہ تو مصیبت زدہ کی مصیبت کو حقیر جانا نہ اس سے نفرت کی۔ نہ اس سے مُنہ چھپایا بلکہ جب اس نے خدا سے فریاد کی تو اُس نے سُن لی" (زبور ۲۲/۱۹-۲۱)

اسی طرح زبور ۳۴ میں لکھا ہے:-

"صادق کی مصیبتیں بہت ہیں۔ لیکن خداوند اس کو اس سے رہائی بخشتا ہے۔ وہ اس کی سب ہڈیوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ ان میں سے ایک بھی توڑی نہیں جاتی۔" (۳۴/۱۹-۲۰)

عیسائیوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو صلیب کی لعنتی موت سے تو رہائی نہیں بخشی البتہ اس کی ہڈیوں کو محفوظ رکھا مضحکہ خیز ہے۔ مسیح اگر مرگئے تھے تو اُن کی ہڈیاں محفوظ رہتیں یا توڑی جاتیں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس صورت میں ماننا پڑتا ہے کہ پیشگوئی غلط نکلی اور صادق کو اسکی مصیبتوں میں رہائی نہیں بخشی گئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کی فریادوں کو سُنا اور ان کو صلیبی موت سے نجات بخشی۔ مسیح کے معاملہ میں چونکہ محض صلیب پر لٹکائے جانے سے موت واقع نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کے لئے ہڈیاں توڑی جانی ضروری تھیں اسلئے پیشگوئی

میں ہڈیاں محفوظ رہنے کا ذکر آیا ہے جس کے معنے یہ تھے کہ آخر کار مسیح ہلاکت سے محفوظ رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چوروں کو ہلاک کرنے کے لئے ہڈیاں توڑی گئیں لیکن مسیح کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔

کیا مسیح نے جی اُٹھنے کی پیشگوئی کی تھی؟

مسیح نے مرکر جی اُٹھنے کی پیشگوئی ہرگز نہیں کی بلکہ ان کی پیشگوئی دُکھ اُٹھانے کی تھی۔ چنانچہ مسیح کہتے ہیں:۔

"کیونکہ جیسے بجلی آسمان کی ایک طرف کوند کر دوسری طرف چمکتی ہے ویسے ہی ابن آدم اپنے دن میں ظاہر ہوگا لیکن پہلے ضرور ہے کہ وہ بہت دُکھ اُٹھائے۔"
(لوقا ۱۷/۲۴-۲۵)

"اس نے کہا کہ مجھے بڑی آرزو تھی کہ دُکھ سہنے کے پہلے یہ فسح تمہارے ساتھ کھاؤں۔"
(لوقا ۲۲/۱۵)

پھر حادثۂ صلیب کے بعد کہا:۔

"اے نادانو اور نبیوں کی سب باتوں کے ماننے میں سُست اعتقادو! کیا مسیح کو یہ دُکھ اُٹھا کر اپنے جلال میں داخل ہونا ضرور نہ تھا؟" (لوقا ۲۴/۲۵-۲۶)

انجیل میں صراحتاً مسیح کے دُکھ اُٹھانے کا ذکر ہے۔ بے شک بعض جگہ مرکر جی اُٹھنے اور قتل کئے جانے کے الفاظ بھی آتے ہیں لیکن انجیلی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی روایات پولوس کے عقیدہ کے زیر اثر بعد میں گھڑی گئی ہیں۔

روایات کی تنقیح

مسیح کے جی اُٹھنے کے بارہ میں اناجیل کے بیان میں تضاد پایا جاتا ہے جو پیشگوئی کے الفاظ کو مشکوک کر دیتا ہے۔ مثلاً مرقس کی انجیل میں لکھا ہے:۔

"پھر وہ ان کو تعلیم دینے لگا کہ ضرور ہے کہ ابن آدم بہت دُکھ اُٹھائے۔ اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہ اُسے ردّ کریں۔ اور وہ قتل کیا جائے اور تین دن کے بعد جی اُٹھے۔ اور اس نے یہ بات صاف صاف کہی۔" (مرقس ۸/۳)

متی ہمیں بتاتا ہے کہ مسیح نے جس وقت یہ الفاظ کہے اُس وقت پطرس بھی شاگردوں میں موجود تھا اور اس نے مسیح کو الگ لے جا کر کہا کہ:۔

"اے خداوند! خدا نہ کرے یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا۔" (متی ۱۶/۲۲)

لیکن یوحنا انجیل نویس ہمیں بتاتا ہے کہ حادثۂ صلیب کے بعد پطرس اور اس کا ایک ساتھی جب مسیح کی قبر پر آئے اور انہوں نے قبر کو خالی پایا تو وہ حیران ہوئے "کیونکہ وہ اب تک اس نوشتہ کو نہ جانتے تھے جس کے مطابق اس کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا ضرور تھا" (یوحنا ۲۰/۹) — اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اس وقت تک مسیح کے منہ سے کوئی

ایسی پیشگوئی نہیں سُنی تھی کہ وہ قتل کیا جائے گا
اور تین دن کے بعد جی اُٹھے گا۔

۲۔ اسی طرح انجیل متی میں لکھا ہے:-

"اور جب وہ گلیل میں ٹھہرے
ہوئے تھے یسوع نے ان سے کہا
ابن آدم آدمیوں کے حوالہ کیا جائیگا
اور وہ اُسے قتل کریں گے اور وہ
تیسرے دن زندہ کیا جائے گا۔
اس پر وہ بہت غمگین ہوئے۔"

(متی ۱۲/۲۲-۲۳)

یہ حوالہ بتاتا ہے کہ شاگرد مسیح کی بات کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے اسلئے وہ بہت غمگین ہو گئے تھے۔ لیکن لوقا کی انجیل سے پتہ لگتا ہے کہ جب مسیح نے شاگردوں کو بتایا کہ وہ غیر قوم والوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وہ اس کو قتل کریں گے۔ اور وہ تیسرے دن جی اُٹھے گا تو" انہوں نے ان میں سے کوئی بات نہ سمجھی اور یہ قول اُن پر پوشیدہ رہا۔ اور ان باتوں کا مطلب ان کی سمجھ میں نہ آیا۔(۱۸/۳۱-۳۴)

حواریوں کا ردِّ عمل

پھر حادثہ صلیب کے بعد مسیح کے جی اُٹھنے کی خبر سُن کر شاگردوں کا طرزِ عمل بتایا ہے کہ ان کو مطلقاً اس بات کی خبر نہ تھی کہ مسیح مر کر جی اُٹھے گا۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"ہفتہ کے پہلے روز جب وہ سویرے
جی اُٹھا تو پہلے مریم مگدلینی کو جس میں سے
اس نے سات بدرُوحیں نکالی تھیں دکھائی
دیا۔ اس نے جاکر اس کے ساتھیوں کو جو
ماتم کرتے اور روتے تھے خبر دی اور انہوں
نے یہ سُن کر کہ وہ جیتا ہے اور اس نے
اُسے دیکھا ہے یقین نہ کیا۔" (مرقس ۱۶/۱۰-۱۱)

حتیٰ کہ مسیح خود شاگردوں کے پاس گیا لیکن انہوں نے اسے رُوح سمجھا اور مسیح کو اُن کو یقین دلانے کے لئے کہ وہ وہی مسیح ہے جو واقعہ صلیب سے پہلے تھا، بڑی دقت پیش آئی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:-

"وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یسوع
آپ ان کے بیچ میں آکھڑا ہُوا اور ان
سے کہا۔ تمہاری سلامتی ہو۔ مگر انہوں نے
گھبرا کر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی رُوح
کو دیکھتے ہیں۔ اس نے ان سے کہا کہ تم
کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس واسطے
تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں
میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں
ہی ہوں۔ مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ رُوح
کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا کہ مجھ
میں دیکھتے ہو۔" (لوقا ۲۴/۳۶-۳۹)

پس مسیح کے زندہ ہونے کی خبر سُن کر حواریوں کا ردِّ عمل ظاہر کرتا ہے کہ ان کو مطلقاً اس پیشگوئی کی خبر نہیں تھی کہ مسیح مر کر جی اُٹھے گا۔ اگر مسیح نے ان کو "صاف صاف" بتا دیا ہوتا جیسا کہ مرقس کہتا ہے

تو وہ مسیح کے جی اُٹھنے کے انتظار میں گھڑیاں گنتے ہوتے اور اس کے استقبال کی تیاریاں کرتے اور اس کو زندہ دیکھ کر خوش ہوتے۔

مسیحؑ کا گمگشتہ قبائل میں تبلیغ کا عزم

یسوع اسرائیلیوں کے موعود مسیح ہونے کے مدعی تھے۔ اپنے مشن کی غرض بیان کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:۔

"میں اسرائیل کے گھرانے کی
کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور
کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔"
(متی $\frac{۱۵}{۲۴}$)

جب مسیحؑ آئے تو فی الواقع اسرائیل کے گھرانے کی بھیڑیں لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے کھوئی ہوئی تھیں۔ لفظی لحاظ سے اس طرح کہ مسیحؑ سے قبل یہودیوں کے "دس قبائل" کوش سے لے کر ہندوستان تک" منتشر ہو چکے تھے (آستر $\frac{۹}{۸}$، $\frac{۱۲}{۸}$) اور معنوی لحاظ سے اس طرح کہ غیر قوموں کے درمیان رہنے کی وجہ سے وہ اپنے مذہب کو بھول چکے تھے اور موسوی شریعت پر ان کا عمل باقی نہیں رہا تھا۔ مسیحؑ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان کو دینِ واحد پر جمع کریں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو
اس بھیڑخانہ کی نہیں مجھے ان کا
بھی لانا ضرور ہے۔ اور وہ میری
آواز سنیں گی۔ پھر ایک ہی گلہ اور
ایک ہی چرواہا ہوگا۔" (یوحنا $\frac{۱۰}{۱۶}$)

حادثۂ صلیب تک مسیحؑ کو گمگشتہ قبائل میں جا کر منادی کرنے کا موقعہ نہیں ملا اسلئے ضروری تھا کہ وہ صلیبی موت سے بچ جانے کے بعد اُن کے پاس جاتے۔ ان کو اپنے مشن کی کامیابی کا اس قدر یقین تھا کہ انہوں نے اپنے شاگردوں کو کہا:۔

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو
یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے
ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اس کی
بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ
لیں گے موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔"
(متی $\frac{۱۶}{۲۸}$)

مسیحؑ کی بادشاہت روحانی تھی۔ بادشاہت سے اُن کی مراد وہ مقبولیت تھی جو انجام کار خدا کے برگزیدوں کو حاصل ہوتی ہے۔ فلسطین کے یہودیوں نے آپؑ کو ردّ کر دیا تھا۔ وہ آپؑ کے درپئے آزار تھے۔ اب مسیحؑ کی نظریں ان دس قبائل کی طرف لگی ہوئی تھیں جو دوسرے ممالک میں دُور دُور تک جا کر بس گئے تھے۔ مسیحؑ اُن کے متعلق پُر امید تھے کہ وہ اُن کی آواز کو سُنیں گے۔ چنانچہ انہوں نے پیشگوئی کی کہ وہ صلیب سے بچ کر اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں دوسرے ممالک میں جائیں گے اور اُن کی وفات اُس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ وہ بادشاہت جو برگزیدوں کے لئے

آسمان پر مقرر ہوتی ہے اپنے نتائج نہ دکھلائے۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو اطمینان دلایا کہ عنقریب تم میرا یہ نشان دیکھو گے۔

یوحنا حواری کے متعلق انہوں نے خاص طور پر کہا کہ وہ اس وقت تک زندہ ہوگا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ یوحنا کے متعلق پطرس نے جب پوچھا کہ اس کا کیا ہوگا؟ "یسوع نے اس سے کہا اگر میں چاہوں کہ یہ میرے آنے تک ٹھہرا رہے تو تجھ کو کیا؟" اس پر "بھائیوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ وہ شاگرد نہ مریگا" (یوحنا ۲۱/۲۱-۲۳) یعنی اس وقت تک نہیں مریگا جب تک مسیح کو خدا کی بادشاہت میں آتا نہ دیکھ لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یوحنا کی عمر میں برکت بخشی اور انہوں نے مسیح کے دشمنوں کی تباہی کو بھی دیکھا اور مسیح کی کامیابی کو بھی۔ اور انہوں نے گواہی دی کہ مسیح بڑھاپے کی عمر تک زندہ رہے۔ چنانچہ دوسری صدی کے کلیسائی بزرگ بشپ ایرینیس یوحنا کی گواہی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"تیس سے چالیس سال تک کا دورِ زندگی عالمِ جوانی سے تعلق رکھتا ہے۔ سب لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ یسوع مسیح اس دور سے گزرے۔ اور اسکے بڑھاپے کے دور میں بھی جو کہ چالیس سال کے بعد اور پچاس سال سے پہلے بہرحال شروع ہو جاتا ہے۔ یسوع مسیح تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس دورِ زندگی کی شہادت انجیل سے بھی ملتی ہے۔ بلکہ وہ تمام کلیسائی پیشوا جو یوحنا حواری کے ساتھ ایشیا میں آئے یہ شہادت دیتے ہیں کہ حضرت مسیح نے بڑی عمر پائی ہے اور ان تک یہ روایت یوحنا حواری نے پہنچائی ہے"

(Canam and Text of The New Testament Page 104-108)

پس یوحنا حواری کی گواہی سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نے لمبی عمر پائی۔ لہٰذا مسیح کے صلیب پر مر کر جی اٹھنے اور ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے جانے کا عقیدہ باطل ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین +

معاونین خاص!

ماہنامہ الفرقان کے معاونین خاص کے نام دعا کی تحریک کے لئے آئندہ ماہ پھر شائع کئے جا رہے ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ دوست زیادہ سے زیادہ معاونین میں شمولیت فرمائیں۔ پاکستان میں چالیس روپے ادا کرنے والے دوست اور بیرونی ممالک کا پانچسالہ مقررہ چندہ ادا کرنے والے معاونین خاص میں شمار ہوتے ہیں۔ معاونین کو پانچ سال تک رسالہ بھی ملتا رہیگا اور ان کے لئے دعا کی تحریک بھی ہوگی اور ادارہ بھی شکر گزار ہوگا۔

(مینیجر الفرقان ربوہ)

احمدی کون ہیں؟

(جناب مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری ایم اے جزائر فجی)

احمدی مسلم فقط حق کے علمبردار ہیں
لشکرِ باطل کے آگے آہنی دیوار ہیں
احمدی مسلم خدا کے دین کے انصار ہیں
خاکِ پائے شاہِ بطحا سید الابرار ہیں
شرک و بدعت ظلم و استبداد سے بیزار ہیں
بے نصیبوں بےکسوں کے مونس و غمخوار ہیں
احمدی ہیں پیروانِ مہدیٔ آخر زماں
احمدی ہیں رفعتِ اسلام کا زندہ نشاں
احمدی سب دل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیںؐ
ہے جھکی رہتی سوئے کعبہ سدا اُن کی جبیں
عشقِ احمدؐ دل میں لب پر بھی اُسی کا نام ہے
ہر گھڑی اُن کی زباں پر امن کا پیغام ہے
احمدی اللہ کے فضل و کرم سے نیک ہیں
جسم ہیں لاکھوں ہیں لیکن روح میں سب ایک ہیں
مشعلِ راہِ ہدیٰ اُن کی فقط قرآن ہے
جان و دل سے اسکے سب احکام پر ایمان ہے
دین کو دُنیا پہ رکھتے ہیں مقدّم ہر گھڑی
پیروی کرتے ہیں ہر دم ایک امامِ وقت کی
وقت للکارے تو جاں سے بھی گزر جاتے ہیں وہ
دین کی خاطر پڑے مرنا تو مر جاتے ہیں وہ

کام ہے اُن کا فقط تبلیغِ دینِ مصطفےٰ
کر رہے ہیں مرد و زن سب خدمتِ خلقِ خدا

لے کے اُٹھے ہیں اِسی مقصد کو با عزمِ صمیم
ہر گھڑی پیشِ نظر ہے بس یہی کارِ عظیم

فکر اپنے بال بچوں کا، نہ مال و جان کا
فکر ہے اُن کو تو ہے اسلام کے بُستان کا

جیتے ہیں دین و وطن کی آن و عزت کے لئے
سہتے ہیں جور و ستم اصلاحِ اُمّت کے لئے

اِک عجب جذبہ ہے اُن میں خدمتِ اسلام کا
جس میں یہ جذبہ نہیں وہ احمدی ہے نام کا

پاکے دُکھ غیروں سے وہ آرام دیتے ہیں اُنہیں
علم و عرفان و ہُدیٰ کا جام دیتے ہیں اُنہیں

کر رہے ہیں مال و دولت دین پر قربان سب
اور فدا ہیں سرورِ کونینؐ پر ہر آن سب

پاس ہے اُن کو بزرگوں کا، وطن کا ہے خیال
اُن کے چہروں سے عیاں ہے زہد و تقویٰ کا جمال

دشمنِ دیں اُن پہ جتنا بھی کریں جور و ستم
ہوتے ہیں وہ راہِ حق پر اور بھی ثابت قدم

کرتے ہیں بے لوث خدمت بے مثل قربانیاں
تا کرے حق کی نہ انساں اور نافرمانیاں

غالب آئے گی جہاں میں احمدیّت دیکھنا
آنے والی ہے خدا کی خاص نصرت دیکھنا

عزمِ محکم ہے ترا صدّیق اُٹھ ہرگز نہ ڈر
"جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر"

خلافت درحقیقت اک نظامِ آسمانی ہے

(جناب سید ادریس احمد صاحب عاجزؔ عظیم آبادی)

خلافت اس خدائے عزّوجل کی ایک نعمت ہے
فلک سے تا زمیں جس کی ہر اک شے پر حکومت ہے

خلافت مومنوں سے وعدۂ یزدانِ عالی ہے
ہے یہ تقدیرِ ربّانی، نہیں نقشِ خیالی ہے

خلافت سے ہیں برکاتِ نبوت تا ابد جاری
اسی سے لشکرِ شیطان پر ہیبت ہوئی طاری

خلافت درحقیقت اک نظامِ آسمانی ہے
نگہباں ہے وہی اس کا جو ذاتِ جاودانی ہے

خلافت سے خدائے عرش کی حاصل رضامندی
اسی سے بوستانِ حق کی تزئین و چمن بندی

خلافت ہی سے قائم باغِ احمدؐ میں ہے رعنائی
خلافت ہی سے ملتی ہے جماعت کو توانائی

خلافت سے جبینِ دین پر ظاہر وہ تابانی
کہ جس سے منعکس ہیں دہر میں انوارِ ربّانی

خلافت باعثِ تمکینِ دیں از روئے قرآں ہے
اسی سے دینِ حق کی سطوت و شوکت نمایاں ہے

خلافت نے رکھا ہے باندھ کر ملّت کا شیرازہ
اسی سے دوڑتا ہے جسمِ ملّت میں لہو تازہ

خلافت کی صداقت پر سرِ تسلیم خم اپنا
مئے عشقِ محمدؐ کا یہی ہے جامِ جم اپنا

خلافت شمعِ حق ہے اور ہم ہیں اس کے پروانے
بھلا اس راز کو سمجھیں گے کیا دنیا کے فرزانے

ہزاروں آندھیوں نے زور باندھا، زلزلے آئے
بڑھے اس کو بجھانے حزبِ باطل کے گھنے سائے

فروزاں یہ رہی پیہم بغایت شانِ زیبائی
ملی ہر اک قدم پر دشمنانِ دیں کو پسپائی

خلافت کی اطاعت ہی میں مضمر کامرانی ہے
یہی وجہ سرور و انبساط و شادمانی ہے

سلام اس پر کہ جو ہے جلوہ گر تختِ خلافت پر
قدم مضبوط ہے جس کا محمدؐ کی اطاعت پر

ہے عاجزؔ پر نگاہِ لطف کی یہ کارفرمائی
زباں تھی گنگ اس کی، مل گئی اب تابِ گویائی

حضرت امام مہدیؑ کے مجاہدانہ کارنامے

(بقیہ صفحہ ۱۶)

نے برگزیدہ لوگوں کی "آسمانی بادشاہت" کا جو شاندار منظر دیکھا اس کی تفصیل آپ ہی کے قلم سے لکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

"یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کریگا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ اُن کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔" (اشتہار ۴ مارچ ۱۸۸۹ء)

عصر حاضر کے اس مجاہد اعظم کے ذریعہ اس آسمانی بادشاہت کو قریب لانے کے لئے ایک بین الاقوامی جماعت پون صدی سے معرض وجود میں آچکی ہے اور خدا کے فضل و کرم سے شاہراہ غلبہ اسلام پر نہایت برق رفتاری کے ساتھ رواں دواں ہے۔ چنانچہ علامہ نیاز فتحپوری اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"تحریک احمدیت کی تاریخ ۱۸۸۹ء سے شروع ہوتی ہے جس کو کم و بیش ستر برس سے زیادہ زمانہ نہیں گزرا۔ لیکن اس قلیل مدت میں اس نے اتنی وسعت اختیار کر لی کہ آج لاکھوں نفوس اس سے وابستہ نظر آتے ہیں اور دنیا کا کوئی دُور دراز گوشہ ایسا نہیں جہاں یہ مردان خدا اسلام کی صحیح تعلیم ... کی نشر و اشاعت میں مصروف نہ ہوں۔ ... اور جب قادیان و ربوہ میں صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی ہے تو ٹھیک اسی وقت یورپ و افریقہ و ایشیا کے ان بعید و تاریک گوشوں سے بھی یہی آواز بلند ہوتی ہے جہاں سینکڑوں غریب الدیار احمدی خدا کی راہ میں دلیرانہ قدم آگے بڑھاتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔"

(ملاحظات نیاز فتحپوری صفحہ ۴۲-۴۳)

ان کارناموں پر غور کرنے والا ہر شخص حضرت امام مہدی علیہ السلام کی صداقت پر ایمان لائے گا۔ وما علینا الا البلاغ۔

(بقیہ اداریہ)

کو ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں وہ مسلمان ہیں"

(کتاب ہماری قومی جدوجہد ص۶۱)

پاکستان کے مخالف اور مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند کے ناظم اعلیٰ مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اپنی کتاب "تحریک پاکستان پر ایک نظر" (مطبوعہ ۴۶-۱۹۴۵ء) میں لکھا ہے کہ:۔

"آج مسٹر جناح بیرسٹر کی بجائے مفتی کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور سر ظفر اللہ قادیانی، راجہ محمود آباد شیعہ کو جو پاکستان کے حامی ہیں مسلمان، دیانتدار قرار دیتے ہیں۔"

(تحریک پاکستان پر ایک نظر ص۱۲)

مولویوں کی نگاہ میں نہ شیعہ مسلمان ہیں نہ قادیانی۔ مگر قائد اعظم نے احمدیوں کو بھی مسلمان قرار دیا اور شیعوں کو بھی۔ پس قائد اعظم مرحوم کے پاکستان کے آئین میں مسلمان کی ایسی خود ساختہ تعریف بنانے کا کسی کو حق نہیں جو نہ قرآن کریم سے ثابت ہے اور نہ سنت نبویہ سے مؤید۔ اور نہ ہی بانیٔ پاکستان کے مسلک سے مطابقت رکھتی ہو۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

> ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
> دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
> (حضرت مسیح موعودؑ)

تازہ اقتباسات

(۱) اقبال اور ملا

"ملا ساڑھے تین سو سال سے ملائیت کے کرتب دکھاتا چلا آرہا ہے۔ چنانچہ اقبال کی ملا سے نفرت محض اسلئے نہیں تھی کہ وہ انہیں کافر اور نیچری کہتا تھا بلکہ وہ ملا سے اسلئے بیزار تھے کہ اس نے اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کیا۔ مسلمانوں کا شیرازہ اتحاد منتشر کیا۔" (ہفت روزہ ساغر کراچی ۱۲ر اپریل ۶۲ء)

(۲) نمائشی مسلمان

"افسوس آج کا مسلمان عملی زندگی سے جی چراتا ہے وہ نمائشی مسلمان بن کر رہ گیا ہے۔ اسکے طور طریقے کافرانہ، سوچ بچار عیسائیانہ اور اس کے انداز منافقانہ دکھائی دیتے ہیں۔" (الاعتصام لاہور ۴ مئی ۶۲ء)

(۳) سچے مسلمان کہلانے کا مستحق کون ہے؟

"اللہ تعالیٰ نے اسلام کے تحفظ کا وعدہ کر رکھا ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم اسلام کے محافظ ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ غلط ہے۔ جبتک ہم اپنی عملی زندگی اسلام کے مطابق نہیں بناتے ہم سچے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں۔ ہم نے مذہبی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی بھی کوشش نہیں کی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا احترام چھوڑ دیا ہے اور اپنی خواہشات کی پرستش کرنے لگے ہیں۔" (جسٹس قادری ـــــ امروز لاہور ۶ مئی ۶۲ء)

اصُولِ وفا

(جناب مولوی نسیم سیفی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ)

جفا کے خوف سے ترکِ وفا قبول نہیں
کسی کا ہو مجھے کیا، یہ مرا اصول نہیں

ہمارے درد کی خوشبو سے دل مہکتا ہے
وہ زخم زخم نہیں ہے جو زخم پھول نہیں

کسی کسی سے وہ منزل پہ یہ بھی کہتے ہیں
تمہارے سر پہ مری رہگذر کی دُھول نہیں

یہ شرفِ نوعِ بشر کس طرح ہُوا اے دوست!
کوئی ظلوم نہیں ہے کوئی جھول نہیں

خرد اصول کی پابند ہے تو ہے بدنام
خوشا نصیب جنوں کا کوئی اصول نہیں

انہیں تو میرا پتہ مجھ سے بھی زیادہ ہے
میں ان کی بات کو کیسے کہوں قبول نہیں

تم ان کی بزم کے قابل نہ تھے نسیم مگر
بلانے والے کی ہوگی تمہاری بھول نہیں

شذرات

۱۔ پہلا ہی قدم خلافِ قرآن و سنّت!

علماء جو کہتے تھے کہ ہم پاکستان میں قرآن و سنّت کا آئین جاری کریں گے پہلے ہی قدم پر خلافِ قرآن و سنّت چل پڑے ہیں۔ مسئلہ یہ تھا کہ پاکستان کے آئین میں مسلمان کی تعریف کی جائے۔ علماء کا فرض تھا کہ قرآن پاک کی آیت پیش کرتے یا سنّتِ نبویؐ کا حوالہ دیتے کہ وہاں مسلمان کی یہ تعریف مذکور ہے ہم اسے اپناتے ہیں مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ اس کوشش میں لگ گئے ہیں کہ کوئی خود ساختہ تعریف وضع کریں اور اپنی تعداد کی اکثریت کے بل بوتے پر اسے آئینِ پاکستان میں ٹھونس دیں۔ مقصد ان کا یہ ہے کہ کسی طرح احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے سکیں۔ ہفت روزہ اہلحدیث لاہور لکھتا ہے:۔

"مسلمان کی کوئی سی تعریف کر لیں
قادیانی کسی طرح مسلمان نہیں کہلا سکتے"

(۲۸ر اپریل ۱۹۷۲ء)

مولویوں نے ستّر اسّی سال سے احمدیوں کو کافر کافر کہنا شروع کر رکھا ہے۔ انہوں نے پورا زور لگایا ہے کہ کوئی شخص احمدی نہ ہو مگر وہ اپنی ساری کوششوں کے باوجود ناکام رہے ہیں اور اب اپنی شکست کا عملی اعتراف کرتے ہوئے حکومت کو ذریعہ بنانا چاہتے ہیں حالانکہ سوال تو یہ تھا کہ آئین قرآن و سنّت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اگر علماء نے مسلمان کی تعریف تک خود گھڑنی ہے تو قرآن و سنّت کے نام لینے کے تکلف کی کیا ضرورت ہے؟

قرآن مجید نے کسی شخص کو حق نہیں دیا کہ وہ بغیر اعلامِ الٰہی کسی دوسرے کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور کلمہ پڑھتا ہے کافر یا مرتد کہہ سکے۔ کافر یا مرتد انسان خود بنتا ہے از خود کوئی دوسرا شخص اسے کافر یا مرتد نہیں ٹھہرا سکتا۔ پس یہ علماء کی دھینگا مشتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کا پہلا قدم ہی خلافِ قرآن و سنّت ہے۔

۲۔ قدیم ترین مطبوعہ کتب اور چین

ایک تحقیقی مقالہ میں لکھا ہے:۔

" قدیم مطبوعہ کتابوں کے جو نسخے دستیاب ہوئے ہیں اُن میں سب سے پرانا نسخہ چینی زبان کی ایک کتاب کا ہے جو گیارہ سو سال پہلے چھپی تھی یہ کتاب موجودہ صدی کے اوائل میں تن ہوانگ کے نواح میں واقعہ ایک غار سے ملی ہے۔ کتاب سکرول (لولہ) کی شکل میں ہے اور وہ سولہ فٹ لمبی اور ایک فٹ چوڑی ہے۔ کتاب کے لئے ریشم کا بنا ہوا نہایت مضبوط اور خوبصورت کاغذ استعمال کیا گیا ہے جو اس زمانے میں چین میں بنا کرتا تھا۔ چھپائی دو طرفہ ہے اور اس کے آخری حصہ میں چینی سال اور مہینے کے مطابق

تاریخ بھی دی گئی ہے جو مغربی تقویم کے مطابق سولہ مئی ۸۶۸ء کے برابر ہے۔ چینی ماہر کہتے ہیں کہ دستیاب مطبوعہ کتابوں میں یہ سب سے پرانی قرار دی جاسکتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ۸۶۸ء سے پہلے بھی چین اور مشرق بعید کے دوسرے ملکوں میں کئی ایک کتابیں چھپی ہیں جن میں "مہاتما بودھ کے اقوال" نامی ایک کتاب خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اس کتاب کے نسخے کوریا اور جاپان کے علاوہ چین میں چھاپے جاتے رہے ہیں لیکن اب وہ ناپید ہو چکے ہیں۔ بہر حال یہ ماہر کہہ رہے ہیں کہ چھاپہ خانہ کا موجد یقیناً کوئی چینی تھا لیکن کوئی شخص یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا نام کیا تھا اور وہ کس جگہ رہائش رکھتا تھا؟"

(ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۷؍اپریل ۷۲ء ص۱۳)

الفرقان۔ اس اقتباس کی روشنی میں سرور کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چودہ سو سالہ پیشتر کا یہ ارشاد کتنا دلکش اور ایمان افروز ہے حضورؐ نے فرمایا اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ کہ علم کی بات اگرچہ چین سے ملے اسے ضرور حاصل کرو۔ اللّٰھم صلّ علٰی نبیّك و صفیّك محمّدٍ و الہ وبارك وسلّم۔

۳۔ لڑکوں اور لڑکیوں کا اختلاط

روزنامہ نوائے وقت ۲۵ اپریل ۷۲ء کا اقتباس ہے:۔

"عورت مرد اور لڑکوں لڑکیوں کے اختلاط اور میل جول میں چند برس پہلے کے مقابلے میں اب بہت اضافہ ہو چکا ہے سینما، ریستوران، کلب، تعلیمی ادارے اور گھریلو تقریبات میں لڑکوں لڑکیوں کو قربت کے بے شمار مواقع ملتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ لاہور کے سینماؤں میں عورتوں کے بیٹھنے کا علیحدہ انتظام ہوا کرتا تھا اور عورتوں کے علیحدہ فلم شو ہوا کرتے تھے۔ اب اس طرح کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں عورت کا گزر شاذ و نادر ہی ہوا کرتا تھا اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ خواتین مردوں کے بغیر ہی چائے پینے اور کھانا کھانے آتی ہیں اور تعلیمی اداروں میں جہاں مخلوط طریقہ تعلیم رائج ہے رنگ ہی نرالے ہیں۔ اونچے گھروں میں کسی نہ کسی بہانے بے شمار تقریبات ایسی ہوتی ہیں جہاں لڑکے لڑکیوں کو میل جول کے مواقع ان کے والدین اور سرپرست خود فراہم کرتے ہیں۔"

الفرقان۔ قرآن مجید نے مرد و عورت کے اختلاط کو ناجائز قرار دیا ہے اور اسے روحانی زندگی کے لئے سمِ قاتل ٹھہرایا ہے مگر اب جو حالت پاکستان میں ہے اسکی ایک جھلک اوپر کے اقتباس میں نمایاں ہے۔

سچے علماء کا کام تو یہ تھا کہ اپنے شہروں اور محلوں میں اسلام کو قائم کریں، لوگوں کو دین کے احکام سے آگاہ کریں انکے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا کریں مگر افسوس کہ آج کے علماء تو خود ہی سیاست کی دلدل میں نیچے ہی نیچے دھنسے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امتِ مرحومہ پر رحم فرمائے آمین +

ماہنامہ الفرقان کے متعلق دو بہترین آراء

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-
"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔"

حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ارشاد:-
"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابل قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اسکی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو۔"

رسالہ کا سالانہ چندہ سات روپے ہے

مینیجر الفرقان ربوہ

شیعہ صاحبان اور جماعت احمدیہ کے مابین

تحریری مناظرہ تھہت پور

مضامین مناظرہ

(۱) صداقت دعویٰ حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ۔
(۲) متعۃ النساء (شیعہ)
(۳) ختم نبوت کی حقیقت
(۴) تعزیہ (شیعہ)

ملنے کا پتہ: مکتبہ الفرقان ربوہ
قیمت: دو روپے علاوہ محصولڈاک

PIA

پاکستان انٹرنیشنل ایرلائنز نے ربوہ کے لوگوں کو اب ہوائی سفر کی سہولتیں دینے کے لئے ربوہ میں اپنی ایجنسی قائم کردی ہے - احباب جماعت اسٹیٹ بنک کی اجازت دینا اندرون و بیرون ملک سفر کے لئے پی آئی اے کے ٹکٹ اور دیگر سفری سہولیات ہم سے حاصل کریں۔ فون کے ذریعہ اور خط کے ذریعہ بھی ہر قسم کی سہولتیں مہیا کی جاسکتی ہیں۔

ملک عبد الحفیظ
مینیجر احمد برادرز جی ایس اے پی آئی اے ربوہ
فون ۵۵۵

ہر قسم کا سامان سائنس
واجبی نرخوں پر خریدنے کے لئے

الائیڈ سائنٹیفک سٹور

گنپت روڈ لاہور
کو
یاد رکھیں

ایک دواخانہ

جسے

خود حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے سنہ ۱۹۱۱ء میں اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنے چند شاگردوں کے لئے جاری کیا

اس دواخانہ کی ایک کرن

حکیم نظام جان اینڈ سنز

کی شکل میں مسلسل ساٹھ برس سے خدمتِ انسانیت میں بہتر سے بہتر طور پر مصروفِ عمل ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے شاگرد والدِ مکرم حکیم نظام جان صاحب اس دواخانہ کی سرپرستی فرماتے ہیں۔!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی دکھی مخلوق کی بہتر خدمت کی ہمیں توفیق بخشتے رہیں۔

میسرز حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ و ربوہ

روزنامہ الفضل ربوہ

الفضل ہمارا آپ کا سب کا اخبار ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے اقتباسات، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کے روح پرور خطبات، علماء سلسلہ کے اہم مضامین، بیرونی ملکوں میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کی تفاصیل اور اہم ملکی اور عالمی خبریں شائع ہوتی ہیں۔

آپ خود بھی یہ اخبار پڑھیں اور دوسروں کو بھی مطالعہ کے لئے دیں۔ اس کی توسیع اشاعت آپ کا جماعتی فرض ہے۔

(مینجر)

اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار

ماہنامہ تحریکِ جدید ربوہ

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں

اور

غیر از جماعت دوستوں کو پڑھائیں

چندہ سالانہ صرف دو روپے

(مینجنگ ایڈیٹر)

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵۔ انارکلی لاہور

مفید اور مؤثر دوائیں

نور کا جل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ

آنکھوں کی صحت اور خوبصورتی کے لئے نہایت مفید
خارش، پانی بہنا، بھینی، ناخنہ، ضعف بصارت
وغیرہ امراض چشم کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ عرصہ ساٹھ
سال سے استعمال میں ہے۔

خشک و تر فی شیشی سوا روپیہ

تریاق اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ
کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ
پیش کی جا رہی ہے۔

اٹھرا بچوں کا مردہ پیدا ہونا، پیدا ہونے کے بعد
جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا،
ان تمام امراض کا بہترین علاج ہے۔

قیمت پندرہ روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ

گول بازار ربوہ فون ۳۸

(طابع و ناشر :- ابوالعطاء جالندھری ٭ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقام اشاعت :- دفتر الفرقان ربوہ)

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
HOT
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بیڈن روڈ. لاہور

Monthly **AL-FURQAN** Rabwah

Hijrat 1351 H.S. **May 1972** **Regd. No. L5708**

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فیصلہ کریگا کہ کون مسلمان ہے

جناب سول جج صاحب درجہ اول ڈیرہ غازیخان کا تازہ اعلان

(مقدمہ نمبر ۹۹۰ میں فاضل جج نے ۲ مارچ ۱۹۷۲ء کو اس مطالبہ پر کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے یوں اظہار فرمایا)

"After mature consideration of the lengthy oral as well as written arguments of the learned counsel for the parties I have arrived at the conclusion that it is neither legal nor expedient to adjudicate on the religious beliefs of the parties. If the civil courts start taking the liberty to record findings on the internal controversies of the type in question of various classes, which profess one religion I am absolutely positive that it would tantamount to inviting innumerable cases resulting in abominable bickering and anarchy among the followers of different schools of thoughts within our greatest and finest religion of Islam which strictly forbids an act or a gesture to encourage as tussel between the believers. Thus it is neither religious nor legal to scrutinize purely religious beliefs of a class and pronouce a judgment on the controversy that whether somebody known as a Muslim is in fact Muslim or something else. To my mind the true judgment on the controversial matter shall only be delivered on the True Day of Judgment and therefore, with all my humility I would desist from pursuing the matter any further.

However it is noteworthy that perusal of the written statement shows that the point vehemently argued by the learned counsel for the contesting defendant was not at all raised in the written statement and therefore, it appears to me that it is just an after thought."

نوٹ:- اس سلسلہ میں ہمارا اداریہ بھی ملاحظہ فرمائیں (ایڈیٹر)

Only title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.